بسم اللہ الرحمن الرحیم

علمی | ادبی | تحقیقی | اصلاحی مجلہ

ماہنامہ

ضیائے حدیث

لاہور

ایڈیٹر

طارق جاوید عارفی

tfanbintariq@gmail.com



شمارہ:04 | جلد:24 | اپریل 2015ء/ جمادی الثانیہ 1436ھ

مجلس ادارت

حافظ عبدالوحید سوہدروی | پروفیسر محمد یحییٰ | حافظ صلاح الدین یوسف
محسن فارانی | حافظ عبدالعظیم اسد | حافظ عبدالخالق | محمد ارسلان حجازی

مجلس مشاورت

مولانا ارشاد الحق اثری | حافظ عبدالستار حماد | محمد انیس الرحمٰن
مولانا عمر فاروق سعیدی | حافظ آصف اقبال

مجلس نظامت

عکاشہ مجاہد (مدیر منتظم) | عبدالغفار مجاہد | قمر الحمید فیصل علوی
حافظ شبیر صدیق | حافظ محمد ندیم | محمد اعظم یٰسین

آرٹ اینڈ ڈیزائن

ہارون الرشید (آرٹ ڈائریکٹر) | عبدالرافع (گرافک ڈیزائنر) | حافظ عبدالماجد (کمپوزنگ)

قانونی مشیر چوہدری محمد اکرم گوندل (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)

اس شمارے میں

اداریہ	حصولِ امن کے لیے اصل دشمن کا تعاقب ضروری ہے	ایڈیٹر	5
تجلیات قرآن	روزانہ کا قرآنی نصاب	محمد نعمان فاروقی	8
انوار حدیث	دل کی سختی ختم کرنے والے اعمال	ابوالمرجان انس مدنی	12
عقیدہ و منہج	ایمان باللہ.....مفہوم و مطلب اور عملی تقاضے	فضیلۃ الشیخ عبدالصمد رفیقی	15
افتاء و ارشاد	آپ کے سوال اور ان کے جواب	ابوالحسن حافظ عبدالخالق	20
رسوم و رواج	اپریل فول حقیقت و شریعت کے آئینے میں	طارق جاوید عارفی	23
اشاعت حدیث	غیر مشہور مگر حسن و مقبول روایات	ابوعلی	27
اسلامی ممالک	جمہوریہ گنی	محسن فارانی	28
حاصل مطالعہ	مختصر مگر مفید باتیں	ایڈیٹر	32
حقوق و فرائض	غیر مسلموں کے قتل کا حکم کیوں؟	مولانا خاور رشید بٹ	35
مکتوب الریاض	معرکہ یمامہ کی سرزمین میں چند گھنٹے	عبدالمالک مجاہد	39
عالم اسلام	بڑا کھیل، مشرق وسطیٰ کیوں منتقل کیا گیا؟	محمد انیس الرحمٰن	43
تذکیر و موعظت	اللہ کی پکڑ کب آتی ہے؟	حافظ شبیر صدیق	47
گوشۂ خواتین	والدہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے قصے سے ماخوذ احکام	طارق جاوید عارفی	50
گوشۂ اطفال	بیش قیمت موتی	علی عفان	54
نقطہ نظر	مغرب میں جمہوریت کا مثبت پہلو	عطاء محمد جنجوعہ	58
طب و سائنس	ملیریا	ڈاکٹر طارق ریاض	61
عالمی منظرنامہ	مشرق وسطیٰ میں نظریاتی ٹکراؤ	ابوضرار ملک	64
التقریظ والانتقاد	تاریخ اہلحدیث	حافظ صلاح الدین یوسف	67
حکم و حکمت	جلد ختنہ کرانے کے فوائد و حکمتیں	ڈاکٹر حافظ خولہ کوثر علوی	70
سخن گسترانہ	ذبح ہونا مبارک ہو	خالد سیال	73

ضیائے حدیث جاری کرانے کے لیے

منی آرڈر، آن لائن یا ایزی پیسہ کے ذریعے سالانہ زرتعاون دفتر ارسال کریں اور حسب ذیل نمبرز میں سے کسی ایک پر اطلاع دیں اور اپنا مکمل ایڈریس لکھوائیں۔ رسالہ آپ کے نام جاری ہو جائے گا۔

منی آرڈر اور خط کتابت کے لیے

دفتر ماہنامہ ''ضیائے حدیث'' 36 لوئر مال، لاہور (پاکستان)

Tel:+92 42 372 32 400 | Fax:+92 42 373 54 072
ziaehadith1@yahoo.com

اطلاع عام: ماہنامہ ''ضیائے حدیث'' میں شائع ہونے والے مضامین سے ادارہ یا چیف ایڈیٹر کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔ نفس مضمون کی ذمہ داری صاحب مضمون پر ہے لہٰذا ادارہ یا چیف ایڈیٹر اس بابت قانونی طور پر بری الذمہ ہوگا۔
(چیف ایڈیٹر ماہنامہ ''ضیائے حدیث'' لاہور)

ناشر محمد ادریس فاروقی | مقام اشاعت 399/E اندرون موچی دروازہ، لاہور

سرکولیشن منیجر: حافظ محمد حق نواز 057 66 88 300,332 92+

مارکیٹنگ: محمد یوسف سلفی 823 71 70 300 92+

ایزی پیسہ اکاؤنٹ نمبر: 0345-4495886-0
محمد حق نواز
057 66 88 300 92+
شناختی نمبر
38404-0967643-1

آن لائن کرانے کے لیے:
A/C Title: Monthly Zia-e-hadith
A/C No: 0038805201002063
M.C.B Bank Ltd. Session Court
Branch Lahore. Br Code: 1317

سالانہ زرتعاون
عام ڈاک 500 روپے | رجسٹری ڈاک 900 روپے
دیگر ممالک میں سالانہ زرتعاون
سعودی عرب 100 ریال | یورپی ممالک 30 یورو

قیمت فی شمارہ 45 روپے

پرنٹر انٹرنیشنل دارالسلام پرنٹنگ پریس، 36 لوئر مال، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

حصولِ امن کے لیے اصل دشمن کا تعاقب ضروری ہے

کرۂ ارض پر اٹھاون اسلامی ممالک آباد ہیں۔ یہ تمام ممالک اپنی ملی جلی دینی ثقافتی اور جغرافیائی عوامل کی یکسانیت کے باعث عالم اسلام کہلاتے ہیں۔ عالم اسلام میں نہایت عظیم الشان ممالک شامل ہیں، مثلاً: سعودی عرب، ترکی، عراق، ایران، قطر، افغانستان اور پاکستان وغیرہ۔ لیکن بہمہ وجوہ جو امتیاز اور اعزاز اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو عطا فرمایا، وہ عالم اسلام کے کسی اور ملک کے حصے میں نہیں آیا۔ وہ یگانہ اعزاز ہے اس کا واحد اسلامی ایٹمی طاقت ہونا۔ پاکستان کے اس اعزاز پر جہاں تمام عالم اسلام کو فخر ہے۔ وہاں یہ عالم کفر کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا رہتا ہے۔ پاکستان کا یہ اعزاز اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کو ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ وہ ہر قیمت پر اور ہر حالت میں اسے اس اعزاز سے محروم دیکھنا چاہتے ہیں، لیکن ایٹمی طاقت ہوتے ہوئے وہ پاکستان کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رکھتے۔ یہ حقیقت ان پر اچھی طرح روشن ہے کہ اگر انھوں نے پاکستان پر جارحیت کی جسارت کی تو پاکستان کی طرف سے اس کا ردعمل کتنا بھیانک ہوگا۔ اس لیے دشمن نے علانیہ مقابل آنے کی بجائے بزدلانہ تخریبی کارروائیوں کے ذریعے سے پاکستان کو کمزور کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ اس نے بڑی چالاکی اور سفاکی سے وطن عزیز میں دہشت گردی کا جال بچھا دیا ہے۔ ہمارے دشمن کبھی مسلمانوں کے مختلف مسالک کی عبادت گاہوں کو نشانہ بنا کر فرقہ واریت کی آگ بھڑکانا چاہتے ہیں اور کبھی غیر مسلموں کے عبادت خانوں میں بم دھماکے کرا کے بین المذاہب ہم آہنگی کو پامال کرنے اور وطن عزیز میں ہنگامے کرانے کے درپے ہیں تاکہ پاکستان میں بسنے والے مختلف اذہان اور افکار کے لوگوں کو ایک دوسرے سے لڑا دیا جائے۔ یوں اللہ نہ کرے انھیں آپس ہی میں لڑا کر ایک دوسرے کے ذریعے سے ختم کرا دیں تاآنکہ پاکستان ان کے لیے تر نوالہ بن جائے جسے وہ آسانی سے ہڑپ کر لیں۔ سانحہ شکارپور، پشاور چرچ پر حملہ اور اب لاہور یوحنا آباد کے دو چرچوں پر خودکش دھماکوں کے پیچھے دشمن کے یہی فاسد ارادے کارفرما ہیں۔

سفاک دشمن اپنے تمام تر حربوں کے باوجود خاطر خواہ نتائج حاصل نہیں کر پایا، تاہم سانحہ لاہور میں وہ اپنے مذموم مقاصد کے حصول میں جزوی طور پر کامیاب رہا ہے۔ دشمن کی اس کامیابی میں جہاں اس کی چابکدست پلاننگ کارفرما ہے، وہاں انتظامیہ کی نااہلی اور بے حسی کا بھی بڑا عمل دخل ہے۔ بعض حلقوں کی جانب سے حکومت کو اس قسم کی اطلاعات تھیں کہ وہ ملک میں فرقہ وارانہ فسادات پر تلے ہوئے ہیں اور بطور خاص وہ کسی وقت بھی مسیحی برادری کو ٹارگٹ بنا سکتے ہیں لیکن پولیس نہ صرف سیکورٹی کا خاطر خواہ انتظام نہ کر سکی بلکہ دھماکوں کے بعد حالات کنٹرول کرنے میں بھی ناکام رہی۔ دوسری طرف دشمن نے یہ کارروائی اس قدر منظم انداز میں کی کہ کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ اچانک یہ کیا ہو گیا ہے اور کیا ہو رہا ہے۔ تفصیلات کے مطابق 15 مارچ کی صبح یوحنا آباد کے کیتھولک چرچ اور کرائسٹ چرچ میں عبادت جاری تھی، دعا شروع ہوئی تو پولیس اہلکاروں نے ایک مشکوک شخص کو کیتھولک چرچ کے گیٹ کی طرف لپکتے دیکھا۔ عیسائی نوجوان آکاش کو بھی وہ شخص مشکوک معلوم ہوا۔ آکاش نے نوجوان کو روک لیا۔ اور پولیس اہلکاروں نے اس نوجوان سے پوچھ گچھ شروع کر دی۔ نوجوان چرچ کے اندر داخل ہونا چاہتا تھا مگر اہلکاروں اور آکاش نے اسے اندر گھسنے کی اجازت نہ دی تو اس نے خودکش جیکٹ کا لیور کھینچ دیا۔ لہٰذا دھماکا ہوا اور پولیس ہیڈ کانسٹیبل راشد منہاس اور آکاش حملہ آور کے ساتھ لقمہ اجل بن گئے جبکہ تین پولیس اہلکار زخمی ہو گئے۔ ابھی فضا میں اس دھماکے کی گونج ماند بھی نہیں پڑنے پائی تھی کہ کیتھولک چرچ سے سوا سو میٹر کے فاصلے پر واقع کرائسٹ چرچ

میں بھی دھما کا ہوگیا۔ اب ہر طرف شعلے بھڑک رہے تھے، لاشیں تڑپ رہی تھیں، زخمی سسک رہے تھے، خون بہہ رہا تھا اور چاروں طرف دھواں پھیل گیا تھا۔ دھما کا ہوتے ہی ایسے مشکوک لڑکے پوری تیزی سے علاقے بھر میں پھیل گئے جن کے پاس ایک ہی سائز کے کٹے ہوئے سریے تھے۔ ان لڑکوں نے توڑ پھوڑ شروع کردی۔ اور اردگرد کی مسیحی بستیوں سے لوگوں کو اکسا کر ٹریکٹر ٹرالیوں پر لاتے رہے۔ اس کے بعد بڑے پیمانے پر لوٹ مار شروع ہوگئی۔ یوں ان شرپسندوں نے آغاز ہی میں احتجاج کو اتنی ہوا دی کہ قیامت صغریٰ برپا ہوگئی۔ بلوائیوں کی ان پرتشدد کارروائیوں میں 21 افراد زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے جبکہ 90 کے قریب افراد شدید زخمی ہوگئے۔

ان بلوائیوں نے مسیحی برادری کے بعض افراد کو اس قدر مشتعل کیا کہ وہ درندگی کی تمام حدیں عبور کر گئے۔ ان لوگوں نے محض شک کی بنا پر دو معصوم مسلمانوں کو بہیمانہ طریقے سے تشدد کا نشانہ بنا کر قتل کیا، پھر انھیں آگ میں جھونک کر زندہ جلا دیا۔ ان بے گناہوں کو زندہ جلا کر بھی ان سنگدلوں کی آتش انتقام ٹھنڈی نہ ہوئی، چنانچہ یہ بدبخت دونوں مسلمانوں کے جلے ہوئے ڈھانچوں پر لاٹھیاں برساتے رہے۔ یہ انسانیت سوز کھیل مسلسل چھ گھنٹے جاری رہا لیکن کوئی اسے روکنے ٹوکنے والا نہ تھا۔ سنگدلی کی انتہا دیکھیے کہ بعض پتھر دل ان جلے ہوئے مسلمانوں کے ساتھ کھڑے ہو کر تصاویر بناتے رہے۔ اس المیے کی جس قدر مذمت کی جائے کم ہے۔ مسیحی برادری کو دو بے قصور نوجوانوں کو جلانے سے پہلے یہ ضرور سوچ لینا چاہیے تھا کہ دونوں نوجوان مسلمان سے پہلے انسان تھے۔ اور ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے۔ سورۂ مائدہ میں یہ حکم الٰہی سب سے پہلے بنی اسرائیل ہی کے لیے نازل فرمایا گیا تھا۔ ماضی میں بستیوں کو جلانے اور میاں بیوی کو بھٹے میں پھینکنے کے واقعات بھی انتہائی افسوس ناک تھے۔ اس قسم کے شرمناک فعل کا ارتکاب جو بھی کرے ہم اس کی شدید مذمت کرتے ہیں۔ اس لیے کہ اسلام ہمیں ہمدردی اور رواداری کا درس دیتا ہے۔ اسی لیے ہم مسیحی برادری کے شریک غم رہے مگر انھیں یاد رہنا چاہیے کہ جناب مسیح علیہ السلام تو فرمایا کرتے تھے کہ اگر تمھیں کوئی ایک تھپڑ مارے تو اپنا دوسرا گال بھی اس کے سامنے پیش کردو۔ اسلام کی حقانیت کی اولین تصدیق کرنے والوں میں ورقہ بن نوفل بھی شامل ہیں جو دین مسیح پر تھے۔ مسلمانوں کی اولین ہجرتوں میں ہجرت حبشہ کا ذکر آئے گا تو حبشہ کے شاہِ نجاشی کا تذکرہ بھی ضرور ہوگا اس کے دربار میں تقریر کرتے ہوئے سیدنا جعفر طیار نے سورۂ مریم کا حوالہ دیا تھا۔ یہ بادشاہ بھی عیسائی تھا۔ قرآن مجید کی سورۂ روم ایرانی اور رومن قوتوں کی معرکہ آرائی کے تناظر میں فتح کی بشارت دیتی ہے۔ اس لیے کہ کفارِ مکہ اپنے آپ کو اہل ایران سے قرابت کا حق دار سمجھتے تھے۔ ہم جس رسولِ کریم ﷺ کے امتی ہیں، انھوں نے مسجد نبوی میں نجران کے عیسائی وفد کو قیام پذیر ہونے کا شرف بخشا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کی فتح کے موقع پر کلیسا میں عیسائی اکابر کو اطمینان دلایا تھا کہ آپ کے مذہبی مقامات کی حفاظت اہل اسلام کے ذمے ہے۔ اس طرح قرونِ اولیٰ سے لے کر اب تک ہماری پوری اسلامی تہذیب میں رواداری (Tolerance) کی عظیم الشان مثالیں موجود ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ ازمنہ وسطیٰ میں اقلیتوں کو کسی نظامِ حکومت کے تحت وہ مراعات کبھی حاصل نہ ہوئیں جو مسلمان ملکوں میں انھیں پوری فراوانی اور آسانی سے میسر تھیں۔ جس زمانے میں کلیسا (Church) سے اختلافات رکھنے والے مسیحیوں کو ہولناک اذیتیں دی جاتی تھیں، انھیں گھروں سے نکالا جاتا تھا اور پھر انھیں جانوروں کی طرح ٹکڑے ٹکڑے کردیا جاتا تھا اور مجرم قرار دے کر زندہ جلایا جاتا تھا، ان دنوں اسلام ان سب مظلوموں کے تحفظ کا ضامن اور پناہ گاہ ثابت ہوتا تھا۔ جنھیں مظالم کا نشانہ بنایا جارہا تھا اور جو تنگ آکر بھاگ نکلنے پر مجبور ہوجاتے تھے، انھیں زندہ جلانے کا تو تصور تک کبھی کسی مسلمان کے ذہن میں نہیں آیا۔

مسلمانوں کی رواداری کا سب سے زیادہ جاندار، پائیدار اور شاندار ثبوت یہ ہے کہ دنیا میں کوئی مسلم ملک ایسا نہیں جہاں اقلیتیں موجود نہ ہوں اور جہاں وہ اپنے مذہب اور ثقافت کے سائے میں ہنسی خوشی نہ رہ رہے ہوں۔ سب سے زیادہ متحدہ ہندوستان میں جہاں کبھی مسلمانوں کو لامحدود اختیارات حکمرانی حاصل تھے، غیر مسلموں کے حقوق کا بھرپور پاس لحاظ رکھا گیا اور ہمیشہ ان کا تحفظ کیا گیا۔ پاکستان کے مسلمانوں کی مسیحی برادری کے ساتھ رواداری کی اس سے بڑی مثال کیا ہوگی کہ ایک مسیحی اے کارنیلس چیف جسٹس کے عہدے پر فائز رہے۔ ایک مسیحی چودھری سیسل گروپ کیپٹن کو 65 کی جنگ میں ستارہ جرات سے نوازا گیا۔ نامور مسیحی صحافی ڈاکٹر کنول فیروز احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ پاکستان کی اکثریت مسلمان ہے۔ اور اسلام انھیں اقلیت کے ساتھ بھلائی، خیر خواہی اور رواداری کے سلوک کی تلقین کرتا ہے۔ اس لیے مسیحی برادری کو یہ سارا حسن سلوک

یک قلم فراموش کر کے ایسا سنگدلانہ رویہ ہرگز زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی بے گناہ مسلمان کو شعلوں کے حوالے کر دیں۔ لہٰذا انھیں اس واقعے کی مذمت کرنی چاہیے اور ذمہ دار افراد کو انتظامیہ کے سپرد کرنا چاہیے تاکہ انھیں قانون کے مطابق سزا دی جا سکے اور آئندہ کسی کو ایسی مذموم حرکت کی جرات نہ ہو۔

دو مسلمانوں کے اس قدر مظلومانہ قتل کے بلاواسطہ ذمہ دار تو سفاک بلوائی ہی ہیں، لیکن بلواسطہ ذرائع ابلاغ کے دانشور بھی کسی حد تک اس مذموم واردات کا حصہ ہیں۔ یہ دانشور صبح و شام مختلف ٹی وی شوز پر بیٹھ کر یہی راگ الاپتے ہیں کہ داڑھی والے دہشت گرد ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مشتعل ہجوم کی نظر جونہی دو باریش نوجوانوں پر پڑی تو وہ ''مولوی، مولوی'' اور ''دہشت گرد، دہشت گرد'' کا نعرہ لگا کر ان بے چاروں پر ٹوٹ پڑے اور جب تک انھیں جلا کر راکھ نہ کر دیا انھیں چین نہ آیا۔ داڑھی جیسی سنت مبارکہ کے خلاف اس مسموم پروپیگنڈے کا نتیجہ یہ ہے کہ آج کل داڑھی رکھنا ہی عیب باور کیا جاتا ہے۔ داڑھی والوں کو نشانہ تضحیک بنا کر تنگ کیا جاتا ہے۔ الا ماشاء اللہ پولیس والے راستے میں خاص طور پر داڑھی والے افراد کو روک کر تلاشی لیتے ہیں۔ بعض اوقات طنزیہ لہجے میں ان کا مذاق بھی اڑایا جاتا ہے۔ گویا نعوذ باللہ دنیا و جہاں کی ساری قباحتیں داڑھی ہی میں جمع ہوگئی ہیں۔ جبکہ امر واقعہ یہ ہے کہ دہشت گردانہ کارروائیوں میں ملوث افراد میں باریش افراد کا تناسب بے ریش افراد کی نسبت آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ اس کے باوجود داڑھی اور مولوی کو تختۂ مشق بنانا ان دانشوروں نے اپنا فرض منصبی بنا رکھا ہے۔ حالانکہ داڑھی سنت رسول ﷺ ہے جو انسان کو زینت عطا کر کے مہذب بناتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دہشت گردانہ کارروائیوں میں باریش افراد کا تناسب بے ریش افراد کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ لہٰذا باریش افراد کے خلاف نازیبا زبان استعمال کرنے والوں کو لگام دی جائے ورنہ داڑھی سے مزین معصوم مسلمان بے گناہ جلتے رہیں گے اور پھر ہمیں عذاب الٰہی کی گرفت سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔

توڑ پھوڑ کرنے والوں اور معصوم شہریوں پر ظلم و ستم ڈھانے والوں کی تصاویر کیمروں نے محفوظ کر لی ہیں۔ بلکہ اطلاعات کے مطابق تصاویر نکال کر ان کا ریکارڈ بھی حاصل کر لیا گیا ہے۔ اس لیے حکومت کو چاہیے کہ وہ ایسے تمام شر پسندوں کو فی الفور گرفتار کرے اور انھیں سخت ترین سزا دے تاکہ آئندہ کسی کو ایسے مجرمانہ اقدام کی جرأت نہ ہو۔ نیز حالیہ سازش کے پیچھے جو قوتیں کارفرما ہیں، انھیں بے نقاب کیا جائے۔ حقائق یہی بتاتے ہیں کہ یہ بھیانک سازش ہمارے ہمسایہ ملک کی ہے۔ اس نے ہمارے خلاف ایک غیر علانیہ جنگ شروع کر رکھی ہے۔ وہ اپنے ساتھ ملحق سرحدوں پر بھی بدامنی پھیلاتا ہے اور ہمارے وطن عزیز میں کبھی خودکش اور کبھی بم دھماکے کر کے ہم پاکستانیوں کی جان سے کھیلتا ہے۔ اس طرح وہ ہمارے ہاں امن قائم نہیں ہونے دیتا۔ اس نے اپنے جس شعبے کے سپرد یہ کام لگا رکھا ہے وہ ہمیں نہایت عیاری سے پریشان کرتا ہے اور ہمیں چین سے بیٹھنے نہیں دیتا۔ بلکہ وہ ایک ایسی فضا قائم رکھنے میں کامیاب ہو رہا ہے کہ ہم ہر وقت کسی اچانک اور بھیانک خطرے کے خوف میں مبتلا رہیں اور پریشانی کی غیر یقینی کیفیت میں زندگی گزارنے پر مجبور ہوں، وہ بلاشبہ اس مقصد میں کامیاب جا رہا ہے۔ لیکن ہماری صفوں کا باہمی اتحاد، ہماری دانشمندی اور کامیاب حکمت عملی دشمن کی اس چال کو ناکام بنا سکتی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم سب اپنے اس دشمن کے مذموم عزائم سے خبردار رہیں۔ اللہ نہ کرے کبھی وہ کسی مذموم کارروائی میں کامیاب ہو جائے تو ہم ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوں اور بغیر کسی ٹھوس ثبوت کے کسی کے خلاف ہاتھ اٹھائیں نہ زبان درازی کریں۔ فرقہ وارانہ عصبیت کی تقاریر اور خطابات سے گریز کریں۔ یگانگت اور ہم آہنگی کو فروغ دیں۔ اور یہ طے کر لیں کہ ہم پہلے مسلمان ہیں اور بعد میں کچھ اور ہیں۔ اور بحیثیت مسلمان اور پاکستانی ہم ایک دوسرے کے خیر خواہ ہیں۔ ہمارا یہ اتفاق و اتحاد اور جذبۂ رواداری دشمن کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دے گا، ان شاء اللہ! دوسری طرف حکمران بھی اپنی کارگزاری کا سنجیدگی سے جائزہ لیں۔ وہ غور کریں کہ یہ الم انگیز سانحات اس قدر تسلسل کے ساتھ کیوں پیش آ رہے ہیں؟ معصوم اور بے گناہ افراد کا خون کیوں بہایا جا رہا ہے؟ حکمران اگر تجربہ کار، اور دیانت دار ماہرین پر مشتمل قومی سلامتی کمیشن تشکیل دیں اور اس کی سفارشات پر عمل کریں تو دہشت گردی کا مسئلہ یقیناً حل کیا جا سکتا ہے۔ افسوس! بقول فیض احمد فیض اب تک تو یہی حالت رہی ہے کہ ؎

ہر چارہ کر کو چارہ کری سے گریز تھا ورنہ ہمیں جو درد ملے لادوا نہ تھے

جب عوام اور حکام دونوں اپنی اپنی ذمہ داریوں سے آگہی اور ان سے عہدہ برآ ہونے کا ثبوت دیں گے اور اصل دشمن کا تعاقب کریں گے تو ان شاء اللہ دہشت گردی کا خاتمہ یقینی بات بن جائے گی۔



نبی ﷺ کا منتخب کردہ
روزانہ کا قرآنی نصاب
اور اس کے اہم مباحث

محمد نعمان فاروقی

قرآن مجید ہماری زندگیوں میں کیسے آسکتا ہے؟ مادہ پرستی اور مصروفیت کے اس دور میں یہ سوال شاید اپنا جواب نہ ڈھونڈ پائے۔ لیکن ایک مشورہ اور خیر خواہی سمجھ کر یہ عرض کروں گا کہ کم از کم ان مقامات کی تلاوت روزانہ کی بنیاد پر شروع کردیں۔ اس سے ہمارے معمولات میں آسانیوں اور ہمارے وسائل و اوقات میں برکت ہوگی۔

اس کا ایک فائدہ یہ ہوگا کہ قرآن مجید ہمارے خلاف دلیل نہیں بنے گا اور نبی کریم ﷺ اللہ کے حضور تارکین قرآن کے مقدمے میں ہمارا نام شامل نہیں کریں گے۔ رسول اکرم ﷺ نے روزانہ کی بنیاد پر جن قرآنی آیات اور سورتوں کا انتخاب کیا ہے یقیناً اس میں ہمارے لیے بہت سے فوائد بھی ہیں۔ آیئے ان کا مختصر سا جائزہ لیتے ہیں:

سورۂ آلِ عمران کی آخری آیات

① نبی کریم ﷺ تہجد کے وقت بیدار ہونے کے بعد سورۂ آل عمران کی آخری آیات تلاوت فرماتے تھے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما ان الفاظ سے ہمارے سامنے وضاحت رکھتے ہیں: ''پھر آپ ﷺ بیدار ہوئے اور اپنے ہاتھ مبارک سے اپنے چہرے کی نیند دور کرنے لگے۔ پھر آپ علیہ السلام نے سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات کی تلاوت فرمائی، پھر اس کے بعد مشکیزے کی طرف بڑھے.....'' (صحیح البخاري: 4572)

سورۂ آل عمران کی آخری 10 آیات کی اتنی وضاحت بھی آئی ہے کہ ان کا آغاز: ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



وَالنَّهَارِ.....﴾ سے ہوا۔ اگر اس آیت سے آغاز کیا جائے تو سورت کے آخر تک 11 آیات بنتی ہیں، لہٰذا ایک کا ہندسہ شمار میں نہیں لایا گیا اور 10 آیات فرمادیا گیا۔

ان آیات میں زمین و آسمان کی تخلیق اور رات اور دن کے آنے جانے کے متعلق غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے۔ گویا صبح اٹھتے ہی ہمیں سائنسی علوم پڑھنے کی ترغیب دی جارہی ہے۔ کائنات اور اس کی اشیاء میں غور وفکر اور علم و تحقیق کا نام ہی سائنس ہے۔ مگر اگلی ہی آیت میں کھڑے، بیٹھے اور لیٹے اللہ کا ذکر کرنے کی ترغیب بھی ہے۔ مقصد یہ کہ سائنس اس لیے نہیں پڑھنی کہ دین بیزار بن جائیں بلکہ اس کا مقصد یہ ہو کہ اللہ کی قدرت اور اختیار پر ایمان مزید پختہ ہو اور ہر ہر لمحے اسے یاد رکھا جائے۔ بعدازاں دنیا وآخرت کی بھلائی کی دعائیں ہیں اور اہل کتاب میں سے ایمان لانے والوں کی تعریف کی گئی ہے اور آخر میں صبر وثبات اور محاذوں اور مورچوں پر جمے رہنے کی تلقین ہے۔ ہر صبح کو یہ پڑھنے والا شخص اپنے ملک کی حفاظت سے غفلت کیسے برت سکتا ہے؟

② سورۂ فاتحہ: سورۂ فاتحہ ایک مسلمان کی زندگی میں سب سے زیادہ دہرایا جانے والا قرآن پاک کا حصہ ہے۔ اسی لیے سورۂ فاتحہ کی صفت ''مثانی'' بھی ہے، یعنی بار بار دہرائی جانے والی سات آیات۔ نفل، تہجد، نماز جنازہ اور فرض نمازوں میں اسے پڑھنے کا حکم اور سنت ہے۔ قرآن مجید میں جس قدر علوم بیان ہوئے ہیں ان سب کا خلاصہ سورۂ فاتحہ میں موجود ہے۔ اس لیے اسے زبان نبوی سے ''ام الکتاب'' کا خطاب بھی ملا ہے۔ جو شخص اپنی نماز میں سورۂ فاتحہ کو پوری بصیرت سے دل کی آواز بنا کر ادا کرتا ہے، ایسے سمجھیں وہ قرآنی تعلیمات اور علوم و معارف کی ایک سمری اور خلاصہ دہرالیتا ہے۔

جہاں تک سورۂ فاتحہ کی فضیلت اور اس کی تفسیر کا تعلق ہے تو وہ ایک طویل باب ہے۔ یہ صفحات اس کے متحمل نہیں ہوسکتے۔

③ سورۃ الکافرون: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: میں مہینہ بھر غور کرکے جائزہ لیتا رہا۔ آپ ﷺ فجر کی سنتوں میں سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص پڑھتے تھے۔'' (سنن ابن ماجه: 1149)

④ سورۂ اخلاص: فجر کی دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھنے کی حدیث ابھی گزری ہے۔ سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص پر کچھ معروضات وتر کی نماز کے تحت آرہی ہیں۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی وضاحت ہے کہ آپ ﷺ فجر کی سنتوں میں سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص پڑھتے تھے۔'' (صحیح مسلم: 726)

⑤ سورۃ البقرۃ کی آیت 136: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سنتِ فجر کی پہلی رکعت میں: ﴿قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾ (البقرة 2:136) اس آیت کا مضمون سورۂ بقرہ کی آخری سے پہلی آیت سے ملتا جلتا ہے۔ اس کی وضاحت آرہی ہے۔

⑥ اور دوسری رکعت میں: ﴿فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ (آل عمران 3:52) کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: 727)

اس آیت کا سورۂ اخلاص کے مضمون سے تعلق یہ ہے کہ اس میں عیسیٰ علیہ السلام کے صحیح پیروکاروں کا ذکر ہے جبکہ سورۂ اخلاص میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی محبت میں افراط کا شکار ہونے والوں کی نفی ہے۔ بہرحال ان دونوں آیات میں بھی ایمانیات پر زور دیا گیا ہے۔

⑧-⑦ سورۂ فلق وسورۂ ناس: صبح وشام 3,3 مرتبہ (الكلم الطيب، حديث:19 'حسن') اور باقی فرض نمازوں کے بعد ایک، ایک دفعہ آپ ﷺ سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ ناس پڑھنے کا حکم فرماتے تھے۔ (صحیح الجامع: 1159) گویا یہ بھی روزانہ کے نصاب قرآنی کا حصہ بن گیا۔ ان سورتوں کا پیریڈ دن میں کئی بار لگتا ہے حتیٰ کہ رات سونے سے قبل بھی آپ ﷺ انھیں پڑھ کر اپنے آپ پر دم کیا کرتے تھے۔ ایسا آپ علیہ السلام تین مرتبہ کرتے۔ (صحيح البخاري: 5017)

ان دونوں سورتوں میں ہر قسم کے شر خواہ وہ وسوسوں کی نوعیت کا ہو، جادو سے متعلق ہو، حسد وبغض اور جنوں اور انسانوں سے کسی بھی اذیت اور تکلیف سے متعلقہ ہو، ہر ایک سے پناہ کی درخواست ہے۔

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



⑨ آیۃ الکرسی: آیۃ الکرسی بھی قرآن مجید کا وہ حصہ ہے جسے فرض نماز کے بعد پڑھنے کی ترغیب وارد ہوئی ہے۔ سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی تو اس کے اور جنت کے درمیان صرف موت ہی حائل ہے۔'' (السلسلة الصحيحة: 972) اسی طرح رات سوتے وقت بھی آیۃ الکرسی پڑھنے کا حکم نبوی ہے۔ حدیث ہے: ''جب تم بستر پر آجاؤ تو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو۔ صبح تک اللہ کی طرف سے تمھارا ایک نگران مقرر ہوجائے گا اور شیطان تمھارے قریب نہیں آئے گا۔''

(صحيح البخاري: 5008)

جہاں تک حفاظت کا تعلق ہے تو اس کی طرف یہ الفاظ: ﴿وَلَا يَؤُدُهُ حِفْظُهُمَا﴾ ''اور ان دونوں (آسمان و زمین) کی حفاظت اسے تھکاتی نہیں ہے۔'' اشارہ کرتے ہیں۔ لیکن باقی ساری آیۃ الکرسی بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کا گنجینہ ہے۔ ہم عموماً چونکہ ایک ہی مقصد کے لیے پڑھتے ہیں اس وجہ سے دوسرے معارف ہم پر نہیں کھلتے۔

پانچ نمازوں کے بعد اور رات کو سوتے وقت اگر کوئی شخص اسے پوری توجہ سے ادا کرے تو خود بتائیے کہ اس کے دل میں اللہ کی عظمت کس قدر ہوگی!!

نوٹ: روایات میں نمازوں کے بعد آیۃ الکرسی کے ساتھ سورۂ اخلاص (قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَد) پڑھنے کا ذکر بھی آیا ہے۔ مگر یہ اضافہ ضعیف ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے باطل قرار دیا ہے۔ (السلسلة الضعيفة: 6012) اس لیے وہ یہاں درج نہیں کیا گیا۔

⑩ سورۂ اعلیٰ: نبی کریم ﷺ کی طرف سے وتروں کی تین رکعات میں سے پہلی میں سورۂ اعلیٰ پڑھنے کی تعلیم ہے۔ حدیث ہے: ''نبی ﷺ وتر کی ایک ایک رکعت میں سورۂ اعلیٰ، سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص پڑھا کرتے تھے۔'' (جامع الترمذي: 462)

⑪ سورۂ کافرون: نمازِ وتر کی دوسری رکعت میں آپ ﷺ کی طرف سے سورۂ کافرون پڑھنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ سورۂ کافرون کفار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کے دین سے لاتعلقی کا اعتراف اور ان کے اصنام اور نظاموں کی پوجا سے اظہارِ براءت ہے۔

نبی کریم ﷺ فجر کی سنتوں میں بھی سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص کی تلاوت فرماتے، جیسا کہ حدیث گزر چکی ہے۔ اس سے ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ رات کی آخری نماز، یعنی نماز وتر میں اور صبح کی پہلی نماز، یعنی فجر کی سنتوں میں روزانہ رات اور دن کو کفار سے اپنے تعلق کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ کفار کے معاملے میں ایسے مسلمان کا دل کیونکر محبت کا محور بن سکتا ہے جبکہ کفار بھی ایسے ہوں جو قرآن مجید اور پیغمبر رحمت ﷺ کی اہانت کی بارہا کوشش کر چکے ہوں اور دوسرے کافر خاموش تماشائی بنے ہوئے ہوں۔

⑫ سورۂ اخلاص: آپ بھی پڑھ آئے ہیں کہ سورۂ اخلاص وتر کی آخری رکعت میں پڑھی جانے والی سورت ہے۔ اس میں اللہ کی صفات اور توحید کا اقرار ہے۔ روزانہ صبح شام اللہ تعالیٰ کو اپنی تمام صفات میں اکیلا قرار دینے والا شخص کوئی اس کا ہمسر کیسے لاسکتا ہے؟ جس سے وہ اسی طرح کے راز و نیاز کرے جس طرح وہ اللہ کے ساتھ کرتا ہے اور اسی طرح کی امید اور خوف رکھے جس طرح وہ اللہ سے رکھتا ہے؟

رات سونے سے قبل قرآن مجید کا حصہ

نبی کریم ﷺ رات سونے سے قبل حسب ذیل سورتیں اور آیات پڑھتے تھے اور ان کی ترغیب بھی فرماتے تھے۔

⑬ سورۂ بقرہ کی آخری آیات: حدیث ہے: «الآيَتَانِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ مَنْ قَرَأَهُمَا لَيْلَةً كَفَتَاهُ» ''جس نے کسی بھی رات سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات تلاوت کیں، وہ اس کے لیے کافی ہوجائیں گی۔'' (صحيح البخاري: 4008)

ان آیات کا مختصر مفہوم ذکر کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے ان دو آیات کے متعلق فرمایا کہ یہ اپنے پڑھنے والے کے لیے کافی ہوجائیں گی۔ اس کے دو مطلب بیان کیے گئے ہیں: ایک تو یہ کہ رات کی عبادت سے کافی ہوجائیں گی۔ دوسرے یہ کہ رات کے جتنے شر ہیں، ان سے کافی ہوجائیں گی۔ انھیں رات کو پڑھنے کی حکمت یہ ہے کہ سونے سے قبل ایمان کی تازگی ہوجائے۔ کیونکہ ان میں سے پہلی آیت میں ایمان کے مفہوم کو ایک اقرار کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ ایمان کی جزئیات کو بیان کیا گیا ہے۔ دوسری آیت میں بھول چوک یا غلطی سے ہوجانے والے گناہوں سے معافی کی درخواست ہے۔ جب ایک انسان ایسے گناہوں سے معافی کا

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



طلبگار ہوگا تو وہ لازمی اس نتیجے پر پہنچے گا کہ جن گناہوں کو میں نے جان بوجھ کر باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت بہت سا سرمایہ خرچ کر کے کیا ہے، ان سے بھی توبہ کرلوں۔ تاکہ دن کے مکمل گناہوں سے پاک ہوکر آرام کروں کہ اگر اس رات موت آجائے تو گناہوں سے پاک ہوکر اللہ کے حضور پیش ہوں۔ جب قرآن مجید نازل ہورہا تھا اور وحی کا سلسلہ جاری تھا، ان دنوں میں پہلی قوموں کی شرعی پابندیوں اور مشکلات میں آسانی کی دعا بھی تھی اور پہلوں پر ہونے والے ظلم و تشدد اور سخت آزمائشوں سے نجات کی دعا بھی۔ مگر بعد والے مسلمانوں کے لیے صرف دوسرے مفہوم کے لیے یہ دعا رکھی گئی ہے کیونکہ احکام و مسائل میں جو نرمی ہونی تھی وہ ہوچکی۔ اب جو آسانیاں ہوں گی وہ اسی کی روشنی میں ہوسکتی ہیں۔ اس کے آخری الفاظ: ﴿فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور کافر قوم کے خلاف ہماری مدد فرما'' اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا انکار کر کے مسلمانوں سے کسی بھی محاذ پر برسرپیکار رہنے والوں کے مقابلے میں نصرت طلب کرنے پر مشتمل ہیں۔ خود بتائیے! جو شخص روزانہ رات کو کفار کے خلاف اللہ سے مدد طلب کر کے سوئے گا وہ صبح اٹھ کر کسی بھی صورت ان کا معاون یا آلہ کار کیسے بن سکتا ہے؟ اور اس کے دل میں کفار کی محبت کیسے سما سکتی ہے؟ ان سے دنیاوی معاملات تو ہوسکتے ہیں مگر ان سے دلی محبت نہیں۔ کفار کے متعلق اس قرآنی پالیسی کو آپ سورۂ کافرون کے ضمن میں بھی سمجھ سکتے ہیں۔

⑭ سورۂ سجدہ: نبی کریم ﷺ رات سونے سے قبل سورۂ سجدہ کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ (جامع الترمذي: 2872، والسلسلة الصحيحة: 585) سورۂ سجدہ کی تلاوت سے انسانیت کی رہنمائی کے جو موضوعات سامنے آتے ہیں ان کی طویل فہرست ہے، چند اہم نکات ذکر کیے جاتے ہیں:

① قرآن مجید اللہ کی طرف سے ہے۔ یہ مخلوق میں سے کسی کا گھڑا ہوا نہیں ہے۔

② یہ قوموں کی ہدایت کے لیے ہے۔

③ تمام اعمال اس کی طرف بلند کیے جاتے ہیں۔

④ مر کر مٹی نہیں ہوجانا بلکہ دوبارہ اٹھایا جانا ہے۔

⑤ ہدایت ایسا عظیم انعام ہے جو ہر ایک کو نہیں ملتا۔

⑥ مومنوں کی ایک علامت یہ ہے کہ جب آیات الٰہیہ کی تذکیر کی جاتی ہے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور تسبیح کرتے ہیں اور تکبر کی روش نہیں اپناتے۔

⑦ مومن شب زندہ دار دعاؤں کے متوالے اور سفینۂ حیات کو خوف و امید کے درمیان لے کر چلنے والے اور خرچ کرنے والے ہوتے ہیں۔

⑧ ان کے لیے آخرت میں آنکھوں کی ٹھنڈک کا ایسا انتظام ہے جس کے بارے میں اگر دنیا میں کسی کو بتایا جائے تو وہ اس کا ادراک نہیں کر پائے گا۔

⑨ مومن اور فاسق برابر نہیں ہوسکتے! مومنوں کے لیے جنت اور فاسقوں کے لیے جہنم ہے۔

⑩ بڑے عذاب سے پہلے عذاب کی چھوٹی چھوٹی صورتوں سے جھٹکے دیے جاتے ہیں تاکہ لوگ لوٹ آئیں۔

⑮ سورۂ ملک: نبی کریم ﷺ اس وقت تک سوتے نہیں تھے جب تک سورۂ ملک کی تلاوت نہ فرماتے۔ (السلسلة الصحيحة: 585) سورۂ ملک پڑھنے کا ایک اور فائدہ بھی ہے۔ حدیث ہے: «سُورَةُ تَبَارَكَ هِيَ الْمَانِعَةِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ» ''سورۂ تبارک الذی عذاب قبر سے بچانے والی ہے۔'' (السلسلة الصحيحة: 1140)

سورۂ ملک کے اہم مضامین میں کائنات اور موت و حیات کی تخلیق کا تذکرہ ہے۔ جہنم اور اسے ٹھکانا بنانے والوں کا تذکرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بے خوف ہوکر رہنے والوں سے اس کی وجہ دریافت کی گئی ہے۔ آخر میں پانی کی قلت (گہرا ہوجانے) کے متعلق سوال ہے۔

⑯۔⑰ سورۂ بنی اسراءیل اور سورۂ زمر: نبی کریم ﷺ ہر رات کو سورۂ زمر اور سورۂ بنی اسراءیل پڑھ کر سوتے تھے۔ (السلسلة الصحيحة: 641) ان سورتوں کے مضامین پر غور کیا جاسکتا ہے۔ مصروفیت کے اس دور میں یہ تو شاید ممکن نہ ہو مگر اس بارے میں ایک مشورہ ہے کہ ان طویل سورتوں میں سے کچھ نہ کچھ حصہ پڑھ لیا جائے۔ یا ہر رات ایک سورت پڑھ لی جائے۔ یعنی کچھ نہ کرنے سے کچھ کرلینا بہتر ہے۔

⑱۔㉓ حدیث ہے کہ نبی ﷺ سونے سے قبل ''المُسَبِّحات'' کی تلاوت فرماتے تھے۔ اور فرماتے: ان میں ایک آیت ہے جو ہزار آیتوں سے بہتر ہے۔ (جامع الترمذي: 3406) المسبحات سے مراد وہ سورتیں ہیں جن کے آغاز میں اللہ کی تسبیح کا ذکر ہے، اور وہ 7 ہیں: ① سورۂ حدید ② سورۂ حشر ③ سورۂ صف ④ سورۂ جمعہ ⑤ سورۂ

بقیہ: صفحہ نمبر 14 پر

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں

دل کی سختی ختم کرنے والے اعمال

ابوالمرجان انس مدنی

ایک مسلمان کے لیے ہر اس چیز کا اہتمام ضروری ہے جس سے نفس پاکیزگی اختیار کرے، دل میں نرمی پیدا ہو، یہاں تک کہ یہ دل اللہ عزوجل کا فرمانبردار بن کر اُس کے پیارے رسول ﷺ کی تابعداری کرنے لگے، اللہ رب العزت کے منع کردہ کاموں سے باز آجائے۔ یہ ایک ایسا مبارک عمل ہے جو دنیا و آخرت میں فوز وفلاح کے اسباب میں سے ایک اہم سبب ہے۔

دیکھیں! اگر ہم سعادت اور خوش بختی کی راہ پر چلنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ ہم اپنے دل کی اصلاح پر توجہ دیں اور دل کی آلائشوں اور بیماریوں کا علاج کریں تاکہ دل اپنے رب کی محبت وخشیت سے معمور ہوجائے۔ یادرکھیں! دل ہمیشہ ایسی نصیحت کا حاجت مند ہوتا ہے جو اسے حق کی طرف موڑ دے اور شر وبرائی کو اس سے دور کردے۔

رقت ونرمی کا مقام دل ہے اور اس کا متضاد سختی ہے، اس لیے کہا جاتا ہے: نرم دل اور سخت دل۔ اس موضوع پر گفتگو کرنے کے اسباب درج ذیل ہیں:

① دل کی نرمی کا تعلق علم سے ہے اور علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔

② اکثر لوگ دنیا اور اس کی زیب و زینت کی طرف اس حد تک مائل ہوچکے ہیں کہ حصول دنیا ہی ان کی زندگی کا واحد مقصد بن کر رہ گیا ہے۔

③ دلوں کی سختی عام ہوچکی ہے۔ اس لیے وہ چیز جو دلوں کی سختی دور کرے اور ابلیس کے داؤ فریب سے محفوظ کرے۔ اس کی لوگوں کو شدید ضرورت ہے۔

④ فی زمانہ گناہوں کا ارتکاب سرعام اور علی الاعلان ہورہا ہے جس کی وجہ سے گناہوں میں واقع ہونے کا خطرہ گزشتہ ادوار سے بڑھ گیا ہے۔ لہٰذا آج دل کی نرمی کی اہمیت پہلے کی نسبت بڑھ گئی ہے۔ یہ ایسے ایندھن کا کام دیتی ہے جس سے ایک مومن گناہوں کا مقابلہ کرنے کی قوت حاصل کرتا ہے۔

⑤ نرمیِ دل کا علم خود پسندی، حسد، باہمی بغض و نفرت، اتباع نفس اور اس جیسی دیگر آلائشوں سے محفوظ رکھتا ہے۔



دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



دل کو نرم کردینے والے امور درج ذیل ہیں:

① اس میں سب سے پہلا درجہ: اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور صفات عالیہ کے علم کے ذریعے سے اللہ رب العالمین کی معرفت حاصل کرنا اور ان کے عبادت الٰہی پر مرتب ہونے والے اثرات و آثار کو جاننا ہے۔ جب بندہ یہ جان لیتا ہے کہ اسے اللہ رب العالمین ہی کی طرف لوٹنا ہے، اسے اپنے رب کے سامنے اس طرح کھڑے ہونا ہے کہ اس کے اور اللہ عزوجل کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا تو یقیناً بندہ اللہ رب العالمین کی معصیت سے باز آجاتا ہے۔ یہ معصیت تب ہی ممکن ہے جب اللہ رب العزت کی معرفت میں کمزوری واقع ہو، مثلاً: بندہ جب اللہ رب العالمین کے سمیع و بصیر ہونے پر ایمان لاتا ہے اور یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اس کا پروردگار ہر حال میں اسے دیکھ رہا ہے اور اس کا کوئی عمل رب تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں ہے، تب وہ اپنی زبان اور اعضاء حتیٰ کہ دل کے خیالات تک کی حفاظت کرتا ہے کہ کہیں ان سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نافرمانی سرزد نہ ہوجائے۔ اسی طرح بندہ جب اللہ رب العالمین کے رحمٰن و رحیم، غفور و کریم اور رؤوف و ودود ہونے کی معرفت حاصل کرتا ہے تو پھر وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے شدید محبت کرنے لگتا ہے اور ہر اس شے سے محبت کرتا ہے جس سے اللہ رب العالمین محبت کرتا ہے۔

② جب انسان جنت اور جہنم کے بارے میں غور وفکر کرتا ہے تو اس کے دل میں نرمی اور خشیت و محبت پیدا ہوتی ہے۔ جب وہ جنت کی لذتوں اور عیش وعشرت کو یاد کرتا ہے کہ اس میں جو داخل ہوگیا اسے کبھی نکلنا نہیں۔ حور وغلمان کا ساتھ اور سب سے بڑھ کر اللہ ذوالجلال والاکرام کے پیارے اور خوبصورت چہرۂ پُرانوار کا دیدار، تو اس کے دل میں جنت کی طلب پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح جب وہ جہنم کے عذاب و آلام کا تصور کرتا ہے کہ جس میں گرنے والا ایک بڑا پتھر 70 سال بعد اس کی تہ میں پہنچتا ہے، عذاب ہی عذاب، موت کی تمنا کرو بھی تو موت نہیں، دکھ ایسے جو کبھی سوچے بھی نہ ہوں، تو انسان کے دل میں آخرت کا خوف اور جنت کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔

③ موت اور قبر کو یاد کرنا: نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «أَكْثِرُوا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ، يَعْنِي الْمَوْتَ» ''لذتیں ختم کردینے والی، یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔'' (جامع الترمذي: 2307)

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قبروں کی زیارت کیا کرو، یہ تمھیں آخرت کی یاد دلائیں گی۔'' (صحیح مسلم: 976) اسی طرح برے خاتمہ کو یاد کرنا اور اس سے پناہ مانگنا بھی نیکیوں کی طرف سبقت کا ایک سبب ہے۔

④ قرآن مجید، فرقان حمید کی تلاوت اور اس میں غور وتدبر سے انسان کے دل میں ایمان کی حلاوت اور آخرت کی فکر پیدا ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴾ ''اللہ نے بہترین کلام نازل کیا جو ایسی کتاب ہے جس کے مضامین ملتے جلتے ہیں۔ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے جسم اور دل نرم ہوکر اللہ کے ذکر کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ یہی اللہ کی ہدایت ہے وہ جسے چاہتا ہے قرآن کے ذریعے ہدایت دیتا ہے اور جسے اللہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔'' (الزمر 23:39)

⑤ انسان کا اپنے گناہوں کو نہ بھولنا اور انھیں یاد کرکے اللہ رب العالمین سے رو رو کر معافی طلب کرتے رہنا بھی دلوں کو نرم کرتا ہے۔

⑥ دنیا کی حقیقت اور بے ثباتی کو یاد رکھنا: دنیا کی زندگی سوائے کھیل کود اور متاع غرور کے اور کچھ نہیں، چار دن کی اس زندگی کے بعد آخرت کی زندگی کا سامنا کرنا ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہے۔ اس حقیقت کو جو بھی یاد رکھے گا وہ دنیا کی لذتوں اور عیش وعشرت سے اپنے آپ کو بچالے گا۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم ﷺ ایک مرتبہ ایک چٹائی پر سوئے جس سے آپ کے پہلو میں چٹائی کے نشان پڑ گئے۔ ہم نے کہا: اللہ کے رسول! اگر اجازت دیں تو ہم آپ کے لیے ایک نرم گدا تیار کردیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مجھے دنیا سے کیا سروکار؟ میں تو دنیا میں اس سوار کی طرح ہوں جو کسی درخت کے نیچے سایہ حاصل کرنے کے لیے ٹھہرا، پھر چل پڑا اور اس درخت کو چھوڑ دیا۔'' (جامع الترمذي: 2377)

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سب سے سچی بات جو کسی شاعر نے کہی، وہ لبید شاعر کی بات ہے۔ اس نے کہا: «أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ» ''سنو! اللہ کے سوا جو کچھ بھی ہے باطل (بے حقیقت) ہے۔'' (صحيح البخاري: 3841)

⑦ اللہ رب العالمین کی مخلوقات میں غور وتدبر سے انسان کے دل میں خالق کی ہیبت اور عظمت بیٹھتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے آنے جانے میں یقیناً عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں جو اللہ عزوجل کا ذکر کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر لیٹے ہوئے کرتے ہیں اور آسمانوں و زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں اور کہتے ہیں: ہمارے پروردگار! آپ نے یہ سب بے فائدہ نہیں بنایا، آپ پاک ہیں پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچا لیجیے۔'' (آل عمران 3:190-191)

⑧ نیکوکاروں کی مصاحبت: اس مصاحبت میں سب سے پہلے اہل علم کی دینی مجالس آتی ہیں، جہاں اللہ رب العالمین کی رحمت اترتی ہے، اور دین و دنیا کی بھلائی حاصل ہوتی ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اہل سنت کے علماء سے علم حاصل کرے اور اہل بدعت کے ساتھ بیٹھنے سے گریز کرے۔ آخرت کو یاد کرنے والے دین دار لوگوں سے دوستی رکھنا آخرت کو یاد رکھنے کا اہم سبب ہے۔ اسی طرح بے دینوں کی دوستی آخرت کو بھلانے کا سبب ہے۔ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''نیک اور برے ساتھی کی مثال ایسی ہے جیسے کستوری اٹھانے والا اور آگ کی بھٹی دھونکنے والا ہے۔ پس کستوری اٹھانے والا یا تو تمھیں کستوری تحفہ میں دے دے گا یا تم خود اس سے خرید لوگے یا یہ کہ تم اس سے پاکیزہ خوشبو پالوگے، اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تمھارے کپڑے جلادے گا، یا پھر تم اس سے بدبو پاؤ گے۔'' (صحيح البخاري: 5534)

⑨ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا اور استغفار کرنا: نبی کریم ﷺ نے دعا کو عبادت قرار دیا ہے۔ اللہ مالک الملک سے تعلق کی اہم ترین بنیاد اس سے دعا کرنا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس بندے سے خوش ہوتا ہے جو اللہ کو پکارتا اور اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہے۔ اور اس پر غضب ناک ہوتا ہے جو اللہ رب العالمین سے دعا نہیں کرتا اور تکبر کرتا ہے۔

⑩ انبیائے کرام علیہم السلام کی سیرت کا مطالعہ بالخصوص سرتاج رسل رحمت عالم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ پر غور وفکر سے دل نرم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صالحین کی سیرت سے ایمان کو تروتازگی ملتی ہے۔

خلاصہ کلام

نرمِ دل کا علم ابوابِ علم میں سے ایک ہے۔ اسے افراط وتفریط سے بچتے ہوئے سیکھنا اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔ دین کی دیگر واجبات سے بے پروا ہوکر زہد اختیار کرنا یا نبی کریم ﷺ سے بڑھ کر عمل کرنے کا سوچنا گمراہی کا دروازہ کھولنا ہے۔

بقیہ: روزانہ کا قرآنی نصاب

تغابن ⑥ سورۂ اعلیٰ ⑦ سورۂ بنی اسرائیل۔

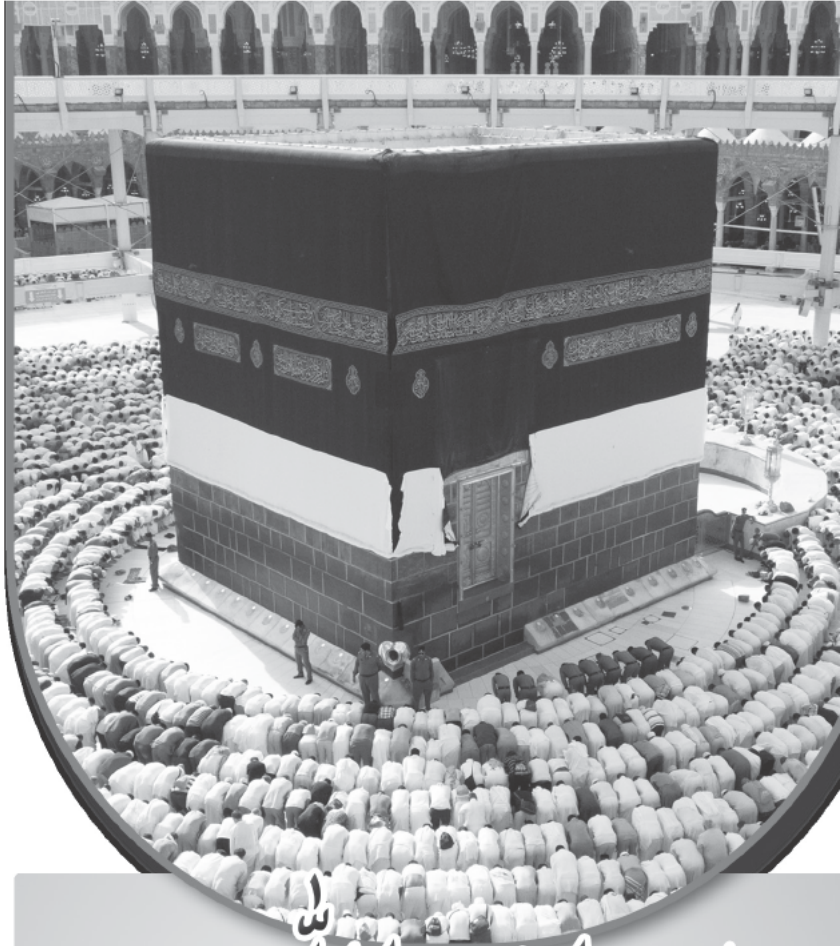
نوٹ: سورۂ واقعہ کے متعلق حدیث ہے: «مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الوَاقِعَةِ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ أَبَدًا» ''جس نے ہر رات سورۂ واقعہ پڑھی اسے کبھی فاقہ نہیں آئے گا۔'' یہ روایت ضعیف ہے۔ (السلسلة الضعيفة: 289)

آخری بات

اگر ہم نبی کریم ﷺ کے مقرر کردہ روزانہ کے نصاب قرآنی کا جائزہ لیں تو اس میں ہمیں عقائد و ایمانیات کے عنوان سے تعلیمات نظر آتی ہیں۔ جو سورتیں یا آیات آپ ﷺ پڑھا کرتے تھے، ان میں عقیدۂ توحید و رسالت، آخرت، جنت، جہنم اور کفار کے ساتھ تعلق کے حوالے سے آیات ہیں۔ مگر ہمارے ہاں زیادہ زور حسن اخلاق پر دیا جاتا ہے۔ اس میں کوئی دوسری رائے نہیں کہ انسان کا اخلاق بہت ہی اچھا ہو اور نبی کریم ﷺ تو حسن اخلاق کی سب سے اونچی معراج پر فائز تھے۔ مگر کیا اخلاق کو بہتر بنانے کے لیے عقائد و ایمانیات سے تہی دست ہونا ضروری ہے؟ قطعاً نہیں!

اگر کوئی صحیح عقیدہ رکھنے والا شخص اخلاق میں کمزور ہے تو اس میں اسلامی تعلیمات کا قصور نہیں بلکہ وہ خود عدم توازن کا شکار ہے۔ بہرحال یہ وہ نبوی نصاب ہے جسے ہمیں اپنی زندگیوں میں شامل کرکے اس کے اثرات اور ثمرات سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ وَاللّٰهُ وَلِيُّ التَّوفِيق.

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



ایمان باللہ .....

مفہوم و مطلب اور عملی تقاضے

فضیلۃ الشیخ عبدالصمد رفیقی حفظہ اللہ

دین اسلام میں ایمان کے چھ ارکان ہیں: ① اللہ تعالیٰ ② اس کے فرشتوں ③ اس کی کتابوں ④ اس کے رسولوں ⑤ قیامت کے دن ⑥ اور تقدیر کے خیر و شر پر ایمان لانا۔ (صحیح مسلم: 8)

ایمان کے یہ ارکان آپس میں کس طرح مربوط ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

ایمان باللہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے تمام خصائص میں وحدہٗ لاشریک مانا جائے۔ ان خصائص میں اس کے حقوق و آداب بھی شامل ہیں۔ اس کے خاص حقوق میں سب سے بڑا حق یہ ہے کہ اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے، اس کی عبادت کی جائے اور اسی سے دعا و فریاد کی جائے۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ ہمیں علم ہو کہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین کون سا ہے؟ وہ کن باتوں سے خوش اور کن باتوں پر ناراض ہوتا ہے؟ اس نے اپنی تعظیم کے لیے کیا کیا طریقے مقرر کیے ہیں اور اس سے مانگنے کے آداب کیا ہیں، وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ یہ سب چیزیں ہمیں خود اللہ تعالیٰ کے اپنے بیان ہی سے معلوم ہو سکتی ہیں وہ انھیں وحیِ ہدایت کی صورت میں اپنے خاص فرشتوں سے بیان کرتا ہے۔ وہ اس کی وحی کو اس کے انبیاء و رسل علیہم السلام تک پہنچاتے ہیں اور آگے وہ اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی وحیِ ہدایت کو عملاً کوئی لکھے یا نہ لکھے مگر وہ اس لائق ضرور ہوتی ہے کہ اسے لکھا جائے اسی لیے وہ کتاب اللہ کہلاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بے شمار کام ہیں، ہر کام حکمت و دانائی سے بھرپور ہے۔ ان کاموں میں سے ایک نمایاں ترین کام یہ ہے کہ اس نے اپنے علم اور قدرت کے ساتھ نہ صرف یہ کائنات بنائی ہے بلکہ نہایت حیرت انگیز طریقے سے اسے چلا بھی رہا ہے۔ یہ سارا سسٹم اپنی تمام تر باریکیوں کے ساتھ ایک طے شدہ تدبیر کے مطابق کسی غلطی کے بغیر مسلسل چل رہا ہے۔ ہمارے لیے کوئی حادثہ یا واقعہ نیا، یا غیر متوقع ہو سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی چیز نئی اور اچانک نہیں ہوتی کیونکہ اس کے لیے کسی چیز کے نئی اور اچانک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نہ اس کا علم کامل ہے، نہ اس کی قدرت کامل ہے اور نہ وہ غلطیوں سے پاک ہی ہے نعوذ باللہ من ذٰلک۔ حالانکہ اس کا علم بھی ہر لحاظ سے کامل ہے، اس

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



کی قدرت بھی ہر لحاظ سے کامل ہے اور وہ ہر قسم کی غلطی سے بھی پاک ہے۔ اس کی یہ صفاتِ کمال ہم سے اس بات کا تقاضہ کرتی ہیں کہ ہم اس کی تقدیر و تدبیر پر ایمان لائیں۔

پھر اگر ایک طرف عدل و انصاف کرنا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے تو دوسری طرف خود انسان بھی اپنی محنت کا پھل چاہتا ہے۔ وہ بھی اپنے لیے خیر و خوبی اور عدل و انصاف کو پسند کرتا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس دنیا میں بہت سے ظالم ایسے ہیں کہ انھیں ان کے ظلم کی سزا نہیں ملتی بلکہ وہ عیش و عشرت کی زندگی گزارتے ہوئے اس دنیا سے چلے جاتے ہیں اور بہت سے مظلوم ایسے ہیں جنھیں اس دنیا میں انصاف نہیں ملتا بلکہ وہ ظلم سہتے سہتے موت کو گلے لگا لیتے ہیں، اسی طرح بے شمار نیکوکار ایسے ہیں جنھیں ان کی محنت کا صلہ اس دنیا میں نہیں ملتا۔ چونکہ نیک و بد کے ساتھ یکساں سلوک کرنا انصاف کے خلاف ہے اس لیے ضروری تھا کہ کوئی ایسا دن ہو جس میں ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے اور وہ قیامت کا دن ہے جو کہ ہر مسلمان کے لیے واجب الایمان ہے۔

(منة المنعم فی شرح صحیح مسلم:58/1)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ایک اللہ پر ایمان لانے کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ ایمان کے دیگر ارکان پر بھی ایمان لایا جائے اور یہ ایمان صرف شرعی فریضہ ہی نہیں بلکہ بندے کی عقل سلیم اور فطرتِ سلیمہ کا تقاضا بھی ہے۔ ایمان باللہ کا یہ مفہوم کس قدر جامع ہے، اس کا مزید اندازہ اس حدیث شریف سے بھی ہوتا ہے جس میں سیدنا سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اسلام کے بارے میں کوئی ایسی (پکی) بات بتائیں کہ اس کے متعلق آپ کے علاوہ کسی اور سے مزید کچھ پوچھنے کی ضرورت نہ رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: «قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ» ''کہو، میں اللہ پر ایمان لایا، پھر اس پر جم جاؤ۔'' (صحیح مسلم:38) یعنی کسی اور الٰہ کی طرف توجہ نہ کرو، اپنے ایمان و عمل کو صرف اللہ کے لیے خالص کرو اور اس پر قائم رہو۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث شریف آپ ﷺ کے جوامع الکلم میں سے ہے اور یہ وہی مضمون ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں بیان ہوا ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا﴾ ''یقیناً وہ لوگ جنھوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے پھر (ساری زندگی اس پر) جمے رہے۔'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے، اس کی توحید کو اپنایا پھر ثابت قدم رہے اور مرتے دم تک اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے رہے۔ (المنهاج فی شرح صحیح مسلم بن حجاج :9/2)

اس کے بعد ان لوگوں کے لیے خوشخبریاں بیان ہوئی ہیں، فرمایا: ''ان پر (موت کے وقت رحمت کے) فرشتے اترتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم ڈرو نہیں، رنج نہ کرو اور خوشخبری سنو اس جنت کی جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔ ہم تمھارے دوست تھے دنیاوی زندگی میں اور آخرت میں (بھی تمھارے دوست ہوں گے) اور اس جنت میں تمھارے لیے ہر وہ چیز ہوگی جسے تمھارے دل چاہیں گے اور اس میں تمھارے لیے ہر وہ چیز ہوگی جسے تم مانگو گے، غفور و رحیم کی طرف سے مہمانی کے طور پر۔'' (حٰمٓ السجدة:41:30-32)

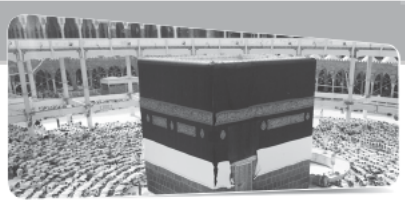
لیکن یہ خوشخبری ویسے ہی نہیں دے دی گئی، اس کی بڑی بھاری قیمت ہے اور وہ ہے زندگی بھر ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو رب ماننا۔ یہ کس قدر عزم و ہمت کا کام ہے؟ اس کا ایک اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب ہم لفظ 'اللہ' اور لفظ 'رب' (دونوں اسمائے حسنیٰ) کے معانی پر غور کرتے ہیں۔

لفظ ''اللہ'' کی تحقیق

لفظ 'اللہ' اللہ تعالیٰ کا خاص ذاتی نام ہے۔ اس کا معنی ہے خاص معبود، معبودِ برحق، جس کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں ہے، لہٰذا پوری کائنات میں صرف وہی مستحق عبادت ہے۔ ارشادِ باری ہے: ﴿وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ﴾ ''اور وہ اللہ (سچا معبود) ہے آسمانوں میں اور زمین میں، وہ جانتا ہے تمھاری چھپی اور کھلی (ہر) بات کو اور جانتا ہے ہر اس عمل کو جسے تم کماتے ہو۔'' (الأنعام 3:6) آیت مقدسہ میں لفظ اللہ سے، اللہ تعالیٰ کا معبود ہونا مراد ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ﴾ ''اور وہی ہے جو آسمان میں بھی (سچا) معبود ہے اور زمین میں بھی (سچا) معبود ہے اور وہ کمال حکمت والا، خوب جاننے والا ہے۔'' (الزخرف 84:43)

یعنی اگر کوئی مسلمان چاند پر بھی پہنچ جائے تو

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



وہاں بھی وہ صرف اللہ ہی کی عبادت کرے گا کسی اور کی نہیں۔ آسمان کے فرشتے ہوں یا زمین کے جن و انس سب اس کی عبادت کے پابند ہیں۔عربی زبان میں لفظ 'اللہ' کے بنیادی حروف تین ہیں: (ا۔ل۔ہ) یہ مادہ درج ذیل چار معانی دیتا ہے: پوجنا وعبادت کرنا، پناہ لینا، پناہ دینا اور حیران ہونا۔عرب لوگ اس مادے کو کس طرح استعمال کرتے ہیں اور اس کے مذکورہ معانی لفظ ''اللہ'' کے ساتھ کیا مناسبت رکھتے ہیں؟ یہ درج ذیل مثالوں سے واضح ہوجائے گا، ان شاء اللہ۔

① «أَلَهَ فُلَانٌ(إِلٰهَةً وَأُلُوْهَةً وَأُلُوْهِيَّةً)'' فلاں شخص نے عبادت کی۔'' اس لحاظ سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اللہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی عبادت کی جاتی ہے۔

② «أَلِهَ إِلَيْهِ» اس نے اس کی طرف پناہ لی۔ اس معنیٰ کی لفظِ اللہ کے ساتھ وجہِ مناسبت یہ ہے کہ مخلوق پناہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتی ہے۔

③ «أَلَهَ فُلَانًا» (أَلْهًا) ''اس نے فلاں شخص کو پناہ دی۔ وجہِ مناسبت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پناہ دیتا ہے بلکہ اس کے پناہ دینے کی طرح کوئی کسی کو پناہ دیتا ہے نہ دے سکتا ہے اور یہ جو مختلف مشرک قوموں میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہر پجاری مصیبت یا پریشانی کے موقع پر اپنے معبود کی پناہ ڈھونڈتا ہے اور وہ محفوظ بھی رہتا ہے تو اس پجاری کو بھی دراصل اللہ ہی پناہ دیتا ہے مگر وہ مغالطے میں آکر اس پناہ اور حفاظت کو اپنے معبود کی طرف منسوب کردیتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ میرے معبود نے مجھے بچایا تو میں بچا حالانکہ اس کے معبود کا اس کی حفاظت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

④ «أَلِهْتُ إِلٰى فُلَانٍ» میں نے فلاں شخص کی طرف رجوع کیا تو مجھے سکون آگیا۔ وجہِ مناسبت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے روح کو سکون اور دل کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

⑤ بعض علمائے لغت کا خیال ہے کہ لفظ إِلٰهٌ دراصل وِلَاهٌ تھا، واو کو ہمزہ سے بدل دیا گیا ہے۔ أَلَهَ الْفَصِيْلُ اسی سے ماخوذ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بچہ گرویدہ ہوکر، بڑے والہانہ انداز میں اپنی ماں سے چمٹ گیا۔ اس معنیٰ کی مناسبت یہ ہے کہ ہر چیز والہانہ طور پر اللہ تعالیٰ کی گرویدہ ہے، اسے ٹوٹ کر چاہتی ہے اور وہ ہر چیز کا محبوب ہے۔ ارشاد باری ہے: ﴿وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ﴾ ''ہر چیز ہی اس کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو۔'' (بنی إسراء یل 44:17) خصوصاً جب مصیبت آتی ہے تو اس کے بندے بڑی محبت کے ساتھ اس کے حضور گڑگڑاتے ہیں۔

⑥ یوں بھی کہا گیا ہے کہ لفظ إِلٰهٌ دراصل لَاهٌ تھا۔ لَاهٌ کے شروع میں أَلْ لگادیا گیا اور یہ «لَاهَ يَلِيْهُ لَيْهًا» سے ماخوذ ہے جس کا معنیٰ ہے وہ چھپا اور بلند ہوا۔ اس معنیٰ کی مناسبت یوں بنتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ساری مخلوق سے اوجھل اور اوپر ہے، نیز ہر عیب اور نقص سے بلند و بالا اور پاک ہے۔ ارشاد باری ہے: ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ ''آنکھیں اسے نہیں پاتیں اور وہ آنکھوں کو پاتا ہے اور وہ لطیف خبیر ہے۔'' (الأنعام 103:6) یعنی کوئی آنکھ اسے دیکھ نہیں سکتی الا یہ کہ وہ خود کسی کو اپنا دیدار کرادے اور وہ قیامت کے دن اپنے مومن بندوں کو اپنا دیدار ضرور کرائے گا جنھوں نے بن دیکھے اسے، اس کی ہدایات کے مطابق چاہا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ ''اس دن بعض چہرے تروتازہ ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے۔'' (القیامة 23,22:75)

⑦ «أَلِهَ أَلَهًا» بھی کہا گیا ہے جس کا معنیٰ ہے وہ حیران ہوا۔ وجہِ مناسبت یہ ہے کہ عقلیں اس کی معرفت میں حیران و ششدر ہیں۔ الفاظ بھی اس کا کماحقہ تعارف نہیں کراسکتے سوائے اس تعارف کے جو صاف اور صریح الفاظ میں کتاب و سنت میں بیان ہوا ہے۔ یہ تعارف بھی بڑا حیرت انگیز ہے لیکن کوئی بات عقل میں آئے یا نہ آئے جب کتاب و سنت سے واضح طور پر ثابت ہوگئی تو پھر اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ جس نے بھی اللہ تعالیٰ کو اس کی وحیِ ہدایت کے بغیر سمجھنا چاہا گمراہی کے سوا اس کے ہاتھ کچھ نہیں آیا۔

لفظ ''رب'' کی تحقیق

لفظ ''رب'' عربی زبان کا لفظ ہے۔ کسی اضافے کے بغیر یہ لفظ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے بولا جاتا ہے۔ اس کے معانی ہیں: پروردگار، پالنے والا، مُرَبِّیْ، تربیت کرنے والا، مالک، آقا، سردار اور سربراہ، مُدبِّر، منتظم، اصلاح

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



کرنے والا اور انعام دینے والا۔ عربی زبان میں لفظ رَبّ کے بنیادی حروف تین ہیں: ر، ب، ب۔ با کو ایک دفعہ لکھ کر اوپر شد ڈال دی گئی ہے۔ اس حوالے سے عربوں کے چند محاورے پیش خدمت ہیں:

① «رَبَّ الشَّيْءَ» اُس نے اس چیز کو اکٹھا کیا، ٹھیک کیا، وہ اس کا مالک بنا۔ وجہ مناسبت یہ ہے کہ آسمان اور زمین کو پہلے اللہ نے یکجا پیدا کیا تھا، پھر انھیں الگ الگ کر کے ٹھیک کیا۔ اس لیے وہی اس سارے سسٹم کا مالک ہے۔ ارشاد باری ہے: ﴿اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا﴾ ''جن لوگوں نے کفر کیا ہے کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ آسمان اور زمین پہلے ملے جلے (ایک ہی چیز) تھے پھر ہم نے انھیں جدا کیا۔'' (الأنبياء 30:21)

یعنی پہلے دونوں ایک ہی چیز تھے، دونوں کے منہ بند تھے۔ نہ آسمان سے بارش ہوتی تھی نہ زمین سے کوئی چیز اگتی تھی۔ پھر ہم نے زمین کو نیچے اور آسمان کو اوپر کیا، درمیان میں ہوا اور روشنی کا نظام قائم کر دیا، پھر دونوں کے منہ کھول دیے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آسمان سے بارش ہونے لگی اور زمین سے پیداوار۔ (اشرف الحواشی)

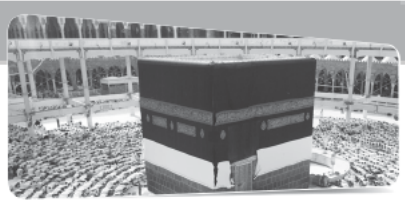
② «رَبَّ الْوَلَدَ» اس نے بچے کی پرورش کی، اس کی نگہداشت کی، اسے غذا اور ضرورت کی دوسری چیزیں دیں اور اسے مختلف نقصانات سے بچایا۔ مناسبت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور فیصلے کے نتیجے ہی میں شادی اور اولاد نصیب ہوتی ہے اور اسی کی توفیق و مدد سے والدین اپنی اولاد کی پرورش اور تربیت کرتے ہیں۔ ورنہ کئی لوگ شادی کو اور کئی اولاد کو ترستے ہیں اور کئی ایسے ہیں کہ چھوٹی اولاد چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں کہ ان کی اولاد ان کے قابو میں نہیں آتی۔ یہ جو بعض لوگ دم، دعا اور دوا کے ذریعے بے اولادی کا علاج کرتے ہیں اور ان کی اس حوالے سے اچھی خاصی شہرت ہو جاتی ہے آپ تحقیق کریں تقریباً اس قسم کے ہر معالج کو اپنے گھر میں یا اپنے کسی قریبی عزیز کے گھر میں بے اولادی کا روگ لگا ہوا ہوگا۔ وجہ صاف ظاہر ہے اللہ بڑی غیرت والا ہے، وہ بتاتا رہتا ہے کہ اصل معاملہ میرے ہاتھ میں ہے لیکن اکثر لوگ اس حقیقت سے غافل ہیں بڑے آرام سے اپنے بیٹے کا نام اللہ دتہ رکھنے کی بجائے کچھ اور رکھ دیتے ہیں۔

③ «رَبَّ الْقَوْمَ» اس نے فلاں قوم کی سرپرستی کی۔ اصل سربراہ وہی ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں قوت فیصلہ ہو، اگر کسی کے ہاتھ میں قوت فیصلہ نہ ہو تو وہ اعزازی یا نمائشی سربراہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو پھر ﴿اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ﴾ ''سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم ہے۔'' (التين 8:95) اور اپنے فیصلوں میں کبھی کسی کو شریک نہیں کرتا۔ (الكهف 26:18)

④ «رَبَّ النِّعْمَةَ» اس نے نعمت کو بڑھایا اور محفوظ کیا۔ اسی طرح «اِرْتَبَّ عَلٰى فُلَانٍ» اس نے فلاں شخص کو انعام و اکرام سے نوازا۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ اللہ نے قیامت تک پیدا ہونے والے ہر انسان کا مقدر سنبھال رکھا ہے۔ بندے کو اس وقت تک موت نہیں آتی جب تک اپنے مقدر میں لکھی ہوئی نعمتوں کو حاصل نہیں کر لیتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے اعمال کا ریکارڈ بھی سنبھال رکھا ہے۔ قیامت کے دن ہر شخص کو اس کے اعمال دکھائے جائیں گے اور ہر ایک کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

⑤ «رَبَّ بِالْمَكَانِ» وہ شخص فلاں جگہ پر مقیم ہوا وہاں سے الگ نہیں ہوا۔ اس معنی کی عقیدۂ توحید کے ساتھ مناسبت یوں ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ ہے مگر یہ 'ساتھ' اُسے عرش خالی کرنے پر مجبور نہیں کرتا۔ وہ اپنی شان کے مطابق ہی عرش پر بلند و بالا ہے اور اپنی شان کے مطابق ہی اپنے بندوں کے ساتھ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان دونوں خبروں کو اپنے قرآن میں جمع کیا ہے تو ہم انھیں اپنے ایمان میں جمع کیوں نہ کریں؟ البتہ ہمیں اس سلسلہ میں کسی ایسی تفصیل میں نہیں پڑنا چاہیے جو خود ساختہ ہو یا کتاب و سنت کی کسی صراحت سے ٹکراتی ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ ''اللہ وہ ذات ہے جس نے چھ دنوں میں پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے پھر وہ بلند ہوا عرش پر ہے۔'' (السجدة 4:32) آگے فرمایا: ﴿يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ﴾ ''وہ آسمان سے زمین تک سارے معاملات کو چلا رہا ہے۔'' (السجدة 4:32)

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



لفظ ''رب'' اضافے کے ساتھ

پہلے گزرا ہے کہ کسی اضافے کے بغیر اکیلا لفظ ''رب'' صرف اللہ تعالیٰ کا نام ہے کسی اور کو ''رب'' کہنا جائز نہیں ہے۔ اب یہ سمجھیں کہ اس نام کے بعد اگر کسی لفظ کا اضافہ کیا جائے تو اس اضافے کی نوعیت کو دیکھا جائے گا۔ بعض اضافوں کی نوعیت ایسی ہے کہ ان اضافوں کے باوجود یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی خاص رہتا ہے، مثلاً: رَبُّنَا، رَبُّ النَّاس، رَبُّ الْعَالَمِيْنَ، رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، رب کعبہ اور رب العزت وغیرہ۔ ان میں سے کوئی لفظ کسی غیر اللہ کے لیے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن پاک میں یہ نام صرف اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ بلکہ ایک صحیح حدیث میں دعا کے الفاظ یہ ہیں: «اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْأَرْضِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ» ''اے اللہ! سات آسمانوں کے رب! اور زمین کے رب اور عرش عظیم کے رب! اے ہمارے رب اور ہر چیز کے رب!'' (صحيح مسلم: 6889) البتہ اگر اضافے کی نوعیت ایسی ہو کہ بندوں کے لیے اس کا استعمال ممکن ہو تو پھر یہ لفظ اس اضافے کے ساتھ بندے کے لیے بولا جاسکتا ہے، مثلاً: عربی میں مالک مکان کو رَبُّ الْبَيْت کہتے ہیں اور مالکہ مکان کو رَبَّةُ الْبَيْتِ کہتے ہیں۔ کاروبار میں پیسہ لگانے والے کو رَبُّ الْمَالِ کہتے ہیں مگر اس قسم کے الفاظ میں محدود اور عارضی ملکیت ہی مراد ہوتی ہے۔

اوصاف ربوبیت کا باہمی تعلق

کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو رب اس لیے کہتے ہیں کہ وہ ہر چیز کا خالق ہے اور جو کسی چیز کا خالق ہو اس کا اصل مالک بھی وہی ہوتا ہے اور جو کسی چیز کا مالک ہو وہ اس کا محافظ بھی ہوتا ہے اور جو کسی چیز کا محافظ ہو وہ اس کی جملہ ضروریات بھی مہیا کرتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق، مالک، محافظ اور رازق ہے تو پھر اسے حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنی ملکیت میں جیسی چاہے تدبیر کرے، جو چاہے تصرف کرے، اپنے بندوں کو جس بات کا چاہے حکم دے اور جس بات سے چاہے منع کردے۔ پھر جو شخص اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرے اسے انعام واکرام سے نوازے اور جو شخص اس کے احکام سے پہلوتہی کرے اسے چاہے تو معاف کردے چاہے تو سزا دے دے۔ پھر اس میں کیا شک رہ جاتا ہے کہ ہر وقت، ہر جگہ اور ہر قسم کے حالات میں ہر چیز پر اس کی زبردست گرفت ہے۔ ہم اس کی ملکیت ہیں، اسی کا دیا کھاتے پیتے ہیں اور پہنتے ہیں۔ وہ ہمارا آقا ہے ہم اس کے غلام ہیں۔ وہ حاکم ہے ہم محکوم ہیں۔ اس کا ہر فعل اور ہر فیصلہ ہمیشہ صحیح ہوتا ہے۔ اس کے کسی فیصلے کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔ اس نے ہمیں آزمانے کے لیے عقل وشعور اور عزم وارادے کی نعمتوں سے نوازا ہے تاکہ ہماری آزمائش کرے کہ ہم میں سے کون کس قدر بن دیکھے اس کی باتوں کا یقین رکھتا ہے۔ اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرتا ہے، اس کا شکر بجا لاتا ہے، اس کی جہنم سے بچتا اور جنت کو حاصل کرتا ہے۔ (الفاظ کی لغوی تشریح کے لیے ملاحظہ ہو: مفردات فی غریب القرآن، ص: 21، تفسیر بیضاوی، ص: 5,4، والقاموس الوحید، مادہ الہ، ولہ، لیہ، ربّ)

اولاد کی تربیت میں والدین کا حصہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ دین اسلام میں جہاں والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔ وہاں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اولاد کے حق میں ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ (سنن ابن ماجه: 3862 وكذلك الادب المفرد: 2 3) ان کی رضامندی میں اللہ کی رضامندی اور ان کی ناراضی میں اللہ کی ناراضی ہے۔ (جامع الترمذي: 1899) غالباً انھی فضائل کی وجہ سے بسا اوقات نیا نکتہ سننے کو مل جاتا ہے۔ ایک حضرت کہہ رہے تھے کہ والدین، اولاد کے حق میں ولی اللہ ہوتے ہیں کیونکہ اولاد کے حق میں ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ ایک اور صاحب فرمانے لگے: والدین اپنی اولاد کے رب ہوتے ہیں کیونکہ وہ ان کی پیدائش و پرورش، حفاظت ونگہداشت اور تعلیم وتربیت کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی کہتا ہے کہ اے بندے اپنے والدین کے حق میں یوں دعا کیا کر: ﴿رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا﴾ ''اے اللہ! تو ان دونوں پر اسی طرح رحم فرما جس طرح کہ بچپن میں انھوں نے میری پرورش کی۔'' (بنی إسراء یل 24:17)

بقیہ: صفحہ نمبر 74 پر

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں

سوال یتیم کی سرپرستی کا زیادہ حق دار کون ہے؟ کیا بچوں کی ماں اپنی مرضی سے اپنے کسی عزیز کو ان کا سرپرست بنا سکتی ہے، نیز سرپرست بچوں کے مال میں کس طرح تصرف کرسکتا ہے؟ (ناصر، لاہور)

جواب باپ کے بعد یتیم بچوں کی سرپرستی کا زیادہ حق دار کون ہے؟ اس کے تعین میں قرآن وسنت کی کوئی صریح یا قطعی نص معلوم نہیں ہوسکی، استدلال عمومی دلائل ہی سے ہے، نیز سرپرستی میں ان کی ترتیب کیا ہوگی؟ یہ بھی کسی حدیث یا نص سے واضح نہیں ہوسکا۔

لیکن بچوں کی فلاح و بہبود، ان کی تعلیم وتربیت یا تہذیبِ اخلاق کی جو تڑپ اور جذبہ ماں باپ کے دل میں ہوتا ہے، وہ کسی اور کے دل میں اس درجہ نہیں ہوتا، اور یہ حقیقت عرفاً اور شرعاً بالکل واضح ہے۔ اسی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ باپ جسے اپنا نائب یا وصی قرار دے اسے ہی ترجیح حاصل ہوگی، کیونکہ اس نے یہ فیصلہ بڑی سوچ بچار کے بعد ہی کیا ہوگا۔ بصورت دیگر اگر ماں اس کی اہلیت رکھتی ہو، تو یقیناً اس سے بہتر ان کا کوئی اور خیر خواہ نہیں ہوسکتا۔ یا اگر ماں اپنے کسی عزیز کی اہلیت سے مطمئن ہو تو اسے بھی منتخب کرسکتی ہے، اس میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں، کیونکہ اصل معیار سرپرستی کی اہلیت اور دیانت داری ہے، یہ وصف اقارب میں سے خواہ کسی میں ہو، اس کی سرپرستی میں کوئی شرعی مانع نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا: «يَاأَبَا ذَرٍّ إِنِّي أَرَاكَ ضَعِيفًا، وَإِنِّي أُحِبُّ لَكَ مَا أُحِبُّ لِنَفْسِي، لَا تَأَمَّرَنَّ عَلَى اثْنَيْنِ، وَلَا تَوَلَّيَنَّ عَلَى مَالِ يَتِيمٍ» ''ابوذر میں تمھیں دیکھتا ہوں کہ تم کمزور ہو، اور میں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں وہی تیرے لیے پسند کرتا ہوں، اس لیے دو اشخاص کا امیر بھی نہ بننا، اور نہ کسی یتیم کے مال کی سرپرستی ہی قبول کرنا۔'' (صحیح مسلم، حدیث: (17)1826)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: «وَلَا يَجُوزُ أَنْ يُوَلَّ عَلَى مَالِ الْيَتِيمِ إِلَّا مَنْ كَانَ قَوِيًّا خَبِيرًا بِمَا وُلِّيَ عَلَيْهِ، أَمِينًا عَلَيْهِ، وَالْوَاجِبُ إِذَا لَمْ يَكُنِ الْوَلِيُّ بِهَذِهِ الصِّفَةِ أَنْ يُسْتَبْدَلَ بِهِ غَيْرُهُ مَنْ يَصْلُحْ» ''یتیم کے مال کی ذمہ داری صرف اسے سونپی جائے جو قوی ہو، سرپرستی کا خوب تجربہ رکھتا ہو، امانت دار ہو، اور واجب ہے کہ اگر ولی میں مذکورہ صفات نہ پائی جائیں تو اس کی جگہ کسی ایسے شخص کو یہ ذمہ داری سونپ دی جائے جو اس کی صلاحیت رکھتا ہو۔'' (مجموع الفتاویٰ 30/45,44،)

آپ کے سوال اور ان کے جواب



ابوالحسن حافظ عبدالخالق

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر
ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



الفتاویٰ الکبریٰ: 213/4 (تحقیق محمد عبدالقادر عطا، مصطفی عبدالقادر عطا)، الاختیارات الفقهیة، ص: 203)

نیز فرماتے ہیں: «وَالْوِلَايَةُ عَلَى الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ وَالسَّفِيهِ تَكُونُ لِسَائِرِ الْأَقَارِبِ» یعنی بچے، مجنون شخص اور کم عقل والے کے لیے باقی تمام اقارب کی ولایت اور سرپرستی جائز ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ باپ دادا اور حاکم کے علاوہ کوئی اور بھی سرپرست بن سکتا ہے، باپ دادا اور حاکم کے ساتھ سرپرستی کی تخصیص کا موقف انتہائی کمزور ہے۔ (الفتاویٰ الکبریٰ: 398/5، الاختیارات، ص: 203,202، بتعلیقات الشیخ محمد بن صالح العثیمین)

باپ کے بعد یتیم کی سرپرستی کے بارے میں فقہائے احناف، موالک، شوافع اور حنابلہ میں خاصا اختلاف ہے، اپنی اپنی ترجیحات ہیں لیکن کسی کے پاس کوئی واضح نص یا وزنی دلیل موجود نہیں، صرف قیاسات یا اجتہادات ہی بنیاد ہیں، اس لیے ہم نے ان کے اقوال سے احتراز کیا ہے، تفصیل مطلوب ہو تو دیکھیے: (أحكام اليتيم في الفقه الإسلامي، ص: 294-304، از عبدالأحد ملارجب)

سرپرست کا بچوں کے مال میں تصرف

ایک صورت تو یہ ہے کہ صرف مال کی حفاظت کرے، جمع پونجی سے جو خرچ ہوتا ہے اس کا دیانت داری سے حساب رکھے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر ان کے مال سے کاروبار کرتا ہے اور اس میں اپنا حصہ بھی رکھتا ہے تو بچوں کے رأس المال اور آمدنی کا صحیح صحیح حساب لگا کر رکھے، اور اپنے حصے یا محنت کے بقدر دیانت داری سے عرف کے مطابق اس سے نفع لیتا رہے، جیسے عام شراکت یا مضاربت میں ہوتا ہے۔

لیکن اگر ان کا مال نہ کاروبار میں لگایا ہو، اور نہ اس کی ان کے ساتھ شراکت ہی ہو، پھر اگر غنی ہو، یعنی اپنے طور پر اس کی صحیح طور پر گزر بسر ہوتی ہو تو اسے یتیموں کے مال سے بچنا چاہیے یعنی اپنی ذات کے لیے اسے استعمال میں نہ لائے، اور اگر ضرورت مند ہو تو بقدر ضرورت اپنی ذات پر خرچ کرسکتا ہے، اس سے زائد نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ﴾ ''اور جو غنی ہو تو وہ بہت بچے اور جو محتاج ہو تو وہ جانے پہچانے طریقے کے مطابق کھالے۔'' (النساء 4: 6)، نیز فرمایا: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَى أَمْوَالِكُمْ إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا﴾ ''اور ان کے اموال اپنے مالوں سے ملا کر نہ کھاؤ، یقیناً یہ ہمیشہ سے بہت بڑا گناہ ہے۔'' (النسآء 2:4)

سوال ہم ایک گوارگم بنانے والی کمپنی میں کام کرتے ہیں، یعنی گوار پھلی کے بیج دال نما پر مختلف کیمیکلز پروسز ہونے کے بعد ایک پاؤڈر نما پروڈکٹ کیمیکل حاصل ہوتا ہے جسے ٹیکسٹائل ملز وغیرہ میں کپڑے، قالین وغیرہ کی پرنٹنگ کے عمل میں استعمال کیا جاتا ہے، اس کے علاوہ کاغذ بنانے اور پرنٹنگ میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔ ہماری کمپنی اپنے ورکرز کی اجازت سے ان کی ماہانہ تنخواہ سے ہر ورکر کی تنخواہ کا بارھواں حصہ کاٹ کر اس میں مزید اتنی ہی رقم اپنی طرف سے ملا کر جمع کر کے ورکرز کی فلاح و بہبود (پراویڈنٹ فنڈ) کے نام پر اپنے پاس رکھتی ہے۔ جب بھی کوئی ورکر کام چھوڑتا ہے یا اس کی سروس مکمل ہوتی ہے تو اسے وہ رقم ادا کردی جاتی ہے لیکن اس کے علاوہ بھی ہر سال کے اختتام پر جمع شدہ رقم میں مزید بھی اضافہ کرتے رہتے ہیں۔ اس کے بارے میں ہم نے چند سال قبل معلوم کیا تو بتایا گیا کہ کمپنی آپ کی رقم استعمال کے عوض ''انٹرسٹ'' دیتی ہے جو مزید اضافہ کا سبب ہے۔

ہم میں سے بعض ورکرز نے اُسے سود سمجھ کر درخواست دے کر اس مزید اضافہ سے روک دیا۔ اب اس سال یہ بتایا گیا کہ کمپنی مذکورہ رقم استعمال کرنے پر جو منافع ہوتا ہے اس کی مناسبت سے ہر ایک کی رقم کے لحاظ سے اضافہ کرتی ہے اور یہ ہر سال مختلف ہوتا ہے۔ یا کمپنی کم منافع ہونے پر بھی ورکرز کو کچھ زیادہ فیصد دے دیتی ہے۔

دین اسلام کی روشنی میں واضح جواب دیں جو سراسر اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کی اطاعت واتباع پر مبنی ہو۔ جس کے لیے نہ صرف ہم بلکہ دیگر لوگ بھی مشکور وممنون ہوں گے اور خالق کائنات کے حضور آپ کے لیے دعا گو ہوں گے، جزاکم اللہ خیرا (ابومحمد مختار احمد مغل)

جواب کمپنی کے بیان کے مطابق اگر حقیقت حال یہی ہے تو ان شاء اللہ یہ جائز ہے۔ حرمت صرف بصورت سود، یعنی انٹرسٹ میں ہے، لیکن اگر کٹوتی کی رقم واقعی کاروبار میں لگتی ہے، پھر اسی نسبت سے آپ کی رقم میں اضافہ ہوتا ہے، اور اس میں ان کے بقول اسی وجہ سے کمی بیشی بھی ہوتی ہے، نیز کمی کی صورت میں بھی وہ اپنی طرف سے کچھ زیادہ منافع دیتے ہیں، تو مذکورہ بیان وحقیقت کی روشنی میں ان شاء اللہ شرعاً کوئی حرج نہیں، کیونکہ

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



یہ ایک بیع کی صورت ہے اور بیع جبکہ اس میں سود یا حرام کی آمیزش یا کوئی اور شرعی مانع نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں وہ حلال ہوگی، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال رکھا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔'' (البقرة 275:2) لہٰذا مذکورہ پراویڈنٹ سکیم میں کوئی شرعی قباحت محسوس نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم عنداللہ۔

سوال کیا اگر مسجد میں باجماعت نماز ادا ہو جائے تو بعد میں آنے والا شخص کسی اور آنے والے سے مل کر مسجد میں دوبارہ جماعت کروا سکتا ہے؟

جواب جی ہاں دوسری جماعت کروا سکتا ہے، کیونکہ حدیث میں نماز باجماعت کی فضیلت اکیلے شخص کی نسبت زیادہ بیان ہوئی ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: «صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِينَ دَرَجَةً» ''باجماعت نماز اکیلے شخص کی نماز سے ستائیس درجہ فضیلت رکھتی ہے۔'' (صحيح البخاري، حديث: 645، وصحيح مسلم، حديث: 650) یہ حدیث عام ہے اور نماز باجماعت کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے، صرف پہلی جماعت کے ساتھ فضیلت کی اس میں تخصیص نہیں ہے۔

نیز ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو اکیلے نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا: «أَلَا رَجُلٌ يَتَصَدَّقُ عَلٰى هٰذَا فَيُصَلِّيَ مَعَهٗ» ''کیا کوئی آدمی اس پر صدقہ نہیں کرسکتا کہ اس کے ساتھ مل کر نماز پڑھے؟'' (سنن أبي داود: 574) تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ نماز میں شریک ہوگئے۔ (نيل الأوطار: 171/3)

سنن ترمذی میں «أَيُّكُمْ يَتَّجِرُ عَلٰى هٰذَا» کے الفاظ سے مروی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام اور تابعین میں سے کئی اہل علم کا یہی قول ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جس مسجد میں ایک دفعہ جماعت ہوچکی ہو، اسی میں اور لوگوں کے باجماعت نماز ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں، امام احمد اور اسحاق بن راہویہ کا قول بھی یہی ہے۔

(سنن الترمذي، حديث: 220)

مسند ابی یعلیٰ میں بسند صحیح جعد ابوعثمان سے مروی ہے کہ مسجد بنی ثعلبہ میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ تشریف لائے، انھوں نے پوچھا: کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے، ہم نے کہا: جی، یہ صبح کی نماز تھی، تو انھوں نے ایک شخص کو اذان واقامت کہنے کا حکم دیا، پھر اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی۔'' (مسند أبي يعلى: 315/7 (حديث:4355)

صحیح بخاری میں یہ اثر ترجمۃ الباب کے تحت ذکر ہوا ہے۔ (صحيح البخاري، قبل حديث: 645)

سوال کیا نماز پڑھتے ہوئے سجدہ کی حالت میں پیچھے سے دونوں پاؤں ملائے جاسکتے ہیں؟

جواب بات صرف جواز ہی کی نہیں بلکہ بحالت سجدہ پیچھے سے دونوں پاؤں کا ملانا ہی سنت ہے، اسی کا ثبوت رسول اللہ ﷺ سے ملتا ہے۔ دونوں پاؤں میں فاصلہ رکھنا اور انھیں نہ ملانا غیر مسنون ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: «فَقَدْتُّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَكَانَ مَعِي عَلٰى فِرَاشِي، فَوَجَدْتُّهٗ سَاجِداً رَاصًّا عَقِبَيْهِ، مُسْتَقْبِلًا بِأَطْرَافِ أَصَابِعِهِ الْقِبْلَةَ.....» ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو گم پایا، جبکہ آپ میرے ساتھ بستر پر تھے، تو میں نے آپ کو بحالت سجدہ پایا، اس حال میں کہ آپ علیہ السلام نے اپنی دونوں ایڑیوں کو ملایا ہوا تھا، اور (اپنے دونوں پاؤں کی) انگلیوں کے اطراف قبلہ رخ کیے ہوئے تھے.....۔'' (صحيح ابن خزيمه: 328/1، ابن حبان: 260/3، وغيره)

علمی، ادبی، تحقیقی اور اصلاحی مجلّہ ماہنامہ

''ضیائے حدیث'' 2014ء

کی مکمل جلد دستیاب ہے

انفرادی اور پبلک لائبریریوں کے لیے عظیم تحفہ

ہر فرد، گھر اور لائبریری کی ضرورت

قیمت صرف 500 روپے

سٹوڈنٹس کے لیے خصوصی رعایت 400 روپے

رابطہ: دفتر ماہنامہ ''ضیائے حدیث'' 36 لوئر مال، لاہور (پاکستان)

0300-8866057-0300-7071823

ziaehadith1@yahoo.com

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



طارق جاوید عارفی

اپریل فول

حقیقت وشریعت کے آئینے میں

دور حاضر میں مسلمانوں پر مغربی اقوام کا سیاسی اورنظریاتی تسلط اس قدر بڑھ چکا ہے کہ کم علم مسلمان مغربی افکار سے حد درجہ مرعوب ہوچکے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں تقلیدِ مغرب کے بغیر ترقی ممکن نہیں، اس لیے وہ ہر بات اور ہر کام میں تقلید مغرب کو لازم سمجھتے ہیں۔ وہ نہیں سوچتے کہ یہ بات اسلام سے متصادم ہے یا موافق بلکہ ''ہرچہ باداباد ما کشتی درآب انداختیم'' کے مصداق بن کر ان کا مذہبی شعار اپناتے ہیں۔ انھی میں سے ایک اپریل فول ہے۔ ہماری جدید نسل خاص طور پر تعلیم یافتہ طبقہ اسے نہایت اہتمام اور گرم جوشی سے مناتا ہے اور اپنے اس فعل کو عین روشن خیالی تصور کرتا ہے۔

اس دن لوگ ایک دوسرے کو بے وقوف بناتے ہیں۔ آپس میں مذاق، استہزا، جھوٹ، دھوکا، ہنسی، وعدہ خلافی اور ایک دوسرے کی تضحیک و تذلیل کرتے ہیں۔ اس موقع پر عوام کو بے وقوف بنانے کے لیے اخبارات میں سنسنی خیز سرخیوں کے ساتھ خبریں شائع ہوتی ہیں جنھیں پڑھ کر لوگ تھوڑی دیر کے لیے ورطۂ حیرت میں پڑ جاتے ہیں۔ بعد میں پتا چلتا ہے کہ آج یکم اپریل (اپریل فول) ہے۔

اپریل فول کی حقیقت

اپریل لاطینی زبان کے لفظ Aprilis یا Aprere سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے پھولوں کا کھلنا، کونپلیں پھوٹنا۔ قدیم رومی قوم موسم بہار کی آمد پر شراب کے دیوتا کی پرستش کرتی اور اسے خوش کرنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لیتی۔ یہ جھوٹ رفتہ رفتہ اپریل فول کا ایک اہم حصہ بلکہ غالب حصہ بن گیا۔ انسائیکلوپیڈیا انٹرنیشنل کے مطابق مغربی ممالک میں یکم اپریل کو عملی مذاق کا دن قرار دیا جاتا ہے۔

اپریل فول کی تاریخ

اپریل فول کا آغاز کب اور کیسے ہوا؟ اس ضمن میں مختلف توضیحات اور روایات ہیں، تاہم اس حوالے سے کوئی پختہ تاریخی شہادت سامنے نہیں آئی۔ بہرحال حقیقت یہ ہے کہ



اپریل فول مغربی تہذیب اور یہود و نصاریٰ کی دین ہے۔ اس سلسلے میں جو روایات کتب تواریخ اور اخبارات میں موجود ہیں، ان میں سے چند مشہور یہ ہیں:

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا اور انسائیکلو پیڈیا لاروس کے مصنف اپریل فول کی وجہ ایجاد یہ لکھتے ہیں: جب یہودیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرلیا اور رومیوں کی عدالت میں پیش کیا تو یہودیوں کی طرف سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مذاق، تمسخر اور ٹھٹھا کیا گیا۔ ان کو پہلے یہودی علماء و سرداران کی عدالت میں پیش کیا گیا، پھر رومی گورنر پیلاطس کی عدالت میں لے گئے اور پھر پیلاطس کے فیصلے کے مطابق انھیں سولی پر چڑھانے کے لیے لے جاتے ہوئے بھی تحقیر و توہین کا نشانہ بنایا گیا۔

فریدی وجدی نے اپنے انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ میرے نزدیک بھی اپریل فول کی حقیقت یہ ہے کہ یہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری، ان کی شان میں توہین، ان کے ساتھ مذاق اور تکلیف پہنچانے کی یادگار ہے۔

مشہور اردو لغت ''نوراللغات'' کے مصنف مولوی نورالحسن لکھتے ہیں: ''اپریل فول انگلش کا اسم ہے، اس کا معنی اپریل کا احمق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انگریزوں میں دستور ہے کہ اپریل کی پہلی تاریخ کو دوستوں کے نام مذاقاً بیرنگ خط خالی لفافے میں یا اور دل لگی کی چیزیں لفافے میں رکھ کر بھیجتے ہیں۔ اخباروں میں خلافِ قیاس خبریں چھاپی جاتی ہیں۔ جو لوگ ایسے خطوط لے لیتے ہیں یا اس قسم کی خبر کو معتبر سمجھ لیتے ہیں، وہ اپریل فول قرار پاتے ہیں۔ اب ہندوستان میں بھی اس کا رواج ہوگیا ہے اور یہاں انھی باتوں کو اپریل فول کہتے ہیں۔'' (نوراللغات:195/1) اسی طرح اردو ترقی بورڈ کراچی کی ''اردو لغت'' میں بھی اپریل فول کی وضاحت یوں کی گئی ہے: ''اپریل کی پہلی تاریخ کو خوش طبعی کے لیے بے وقوف بنانے کا دستور جو انگریزوں میں رائج ہے اور ان کی دیکھا دیکھی بعض اور لوگ بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔'' نوراللغات اور اردو لغت کی اس توضیح سے واضح ہوگیا کہ اپریل فول درحقیقت انگریزوں کا دستور ہے جسے ناسمجھی میں مسلمانوں نے اپنالیا ہے۔

قدیم رومی قوم موسم بہار کی آمد پر شراب کے دیوتا کی پرستش کرتی اور اسے خوش کرنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لیتی۔ یہ جھوٹ رفتہ رفتہ اپریل فول کا ایک اہم حصہ بلکہ غالب حصہ بن گیا

اپریل فول سے منسوب تین واقعات

اپریل فول کی حقیقت کے تعلق سے ماضی قریب میں بھی اس طرح کے واقعات یہودیوں اور عیسائیوں نے مسلمانوں کے ساتھ انجام دیے ہیں۔ ان میں سے تین واقعات زیادہ مشہور ہیں:

① ہسپانیہ (اسپین) جہاں مسلمانوں نے 800 سال حکومت کی، پھر احکام الٰہی، تعلیمات قرآن اور مذہب اسلام کو پس پشت ڈال دینے کے نتیجے میں ہوتے چلے گئے۔ غرناطہ کے عیسائی اس پر قابض ہوگئے۔ آخری حکمران سلطان ابوعبداللہ کے غرناطہ چھوڑنے کے بعد عیسائیوں نے مسلمانوں پر ظلم وستم کے وہ پہاڑ توڑے جس کی نظیر عالمی تاریخ میں نہیں ملتی۔ عام فرمان تھا کہ ہسپانیہ میں جہاں کہیں مسلمان نظر آئے، اسے گاجر مولی کی طرح کاٹ دیا جائے۔ اس دوران میں بعض عیسائیوں نے مسلمانوں پر بظاہر مہربانی کرتے ہوئے انھیں افریقہ چلے جانے کا مشورہ دیا۔ پانی کے جہاز فراہم کیے گئے۔ ان مسافروں میں بیمار، ضعیف، مجروح، بچے، عورتیں اور مرد سبھی تھے۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کا سب سے قیمتی اثاثہ اسلامی کتب بھی ساتھ تھیں۔ عیسائیوں نے ان کے ساتھ دغا کیا اور اپنی قلبی عداوت کے انتقام کے لیے جہازوں میں چھوٹے چھوٹے سوراخ کردیے تاکہ وہ بیچ سمندر میں جاکر غرق ہوجائیں۔ مسلمانوں کو الوداع کہنے کے بہانے وہ بھی ساحل سمندر تک آئے تاکہ ان کے غرق ہونے کا تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں۔ پھر جب وہ جہاز غرق ہوگئے تو یہ بدبخت عیسائی تالیاں بجا بجا کر مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا جشن منانے لگے۔ یہ حادثہ فاجعہ یکم اپریل 1501ء کو پیش آیا۔ پھر یہ دن اسپین کی سرحدوں سے نکل کر پورے یورپ

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



میں فتح کا عظیم دن بن گیا جسے انگریزی میں First April Fool کا نام دے دیا گیا، یعنی یکم اپریل کے بے وقوف۔ اہل یورپ حماقت اور بے وقوفی کو صرف اہل غرناطہ کے ساتھ خاص نہیں مانتے بلکہ پوری امت مسلمہ کو بے وقوف سمجھتے ہیں اور یکم اپریل کو مسلمانوں کو بے وقوف بنانے کا جشن مناتے ہیں۔

② ایک روایت یہ بھی ہے کہ والیِ میسور ٹیپو سلطان کی شہادت کے بعد اس کے بچے ہوئے وفادار فوجیوں کو بظاہر ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجنے کے بہانے سے یکم اپریل کو بطور خاص اہتمام کیا گیا جس سے برصغیر کے مسلمانوں کی تذلیل وتضحیک مقصود تھی۔ ان تمام فوجیوں کو ایک بحری جہاز پر سوار کیا گیا اور بیچ سمندر میں انھیں ڈبو دیا گیا۔

③ تیسرا واقعہ یہ ہے کہ برصغیر پر انگریزوں کے دورِ حکومت میں جس دن سب سے زیادہ علماء، فضلاء اور مشائخ کو قتل کیا گیا، وہ یکم اپریل تھا۔ بعض ہندوستانی مؤرخین کا اس دن کے تعلق سے یہاں تک کہنا ہے کہ اس دن مسجد فتح پوری سے لال قلعے کے گیٹ تک راستے میں دونوں طرف جتنے درخت تھے، ہر درخت پر علماء و مشائخ کی لاشیں لٹکی ہوئی تھیں۔

یہود و نصاریٰ نے ہمیشہ ظلم وستم کے جو پہاڑ ڈھائے ہیں ان سب کو مدنظر رکھا جائے تو یہ سب عین ممکن لگتا ہے اور پھر ان واقعات کو تسلیم کرنے میں کوئی تاریخی یا شرعی حرج بھی نہیں ہے۔

اپریل فول کے نقصانات

جھوٹ، دھوکے اور دغابازی پر مبنی یہ رسم بد اپنے اندر بے شمار قباحتیں اور نقصانات لیے ہوئے ہے، ان میں سے چند نمایاں یہ ہیں: ① دشمنوں کی خوشی میں شرکت ② جھوٹ بولنا ③ نفاق کا شکار ہونا ④ اللہ کی ناراضی کا حصول ⑤ مسلمان بہن بھائیوں کی تباہی کی خوشی منانا ⑥ مسلمانوں کو مصیبت اور پریشانی سے دوچار کرنا ⑦ دنیا و آخرت کی بربادی کا سامان پیدا کرنا ⑧ غیر مسلمانوں کی مشابہت ⑨ مسلمانوں کا تمسخر اڑانا ⑩ دھوکا دہی اور فریب کاری سے کام لینا۔

یہود و نصاریٰ مسلمانوں کو بے وقوف بنانے کا جشن منائیں اور مسلمان بھی ان کی خوشی میں شریک ہوں تو فائدہ کس کا ہوگا اور نقصان کس کو ہوگا؟ ایک ذی شعور کے لیے سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہوتی ہے کہ اسے کوئی زک پہنچے اور اس کا دشمن اس پر خوشی منائے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی ہے۔ آپ ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے: «اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرَكِ الشَّقَاءِ وَسُوءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ» ''یا الٰہی! بلاشبہ میں سخت مشقت، بدبختی کو پانے، برے فیصلے اور دشمنوں کی ناروا خوشی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' (صحیح البخاري:6347، و صحیح مسلم:2707)

اپریل فول کو بکثرت جھوٹ بولا جاتا ہے۔ جھوٹ بولنا کبیرہ گناہ ہے اور اس کا ارتکاب حرام ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ﴾ ''جھوٹ تو وہی لوگ باندھتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی اصل جھوٹے ہیں۔'' (النحل16:105) جھوٹ کی مذمت کے حوالے سے دیکھیے: غیر مشہور مگر حسن ومقبول روایات، صفحہ 27 پر۔

بعض لوگوں کا گمان ہے کہ مزاح یا مذاق میں جھوٹ بولنا گناہ نہیں ہے بلکہ اس کی اجازت ہے۔ یہی وہ بہانہ ہے جس کا سہارا لے کر یکم اپریل کو شدت سے جھوٹ بولا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ جھوٹ بولنا حرام ہے چاہے مذاق سے بولا جائے یا سنجیدگی سے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: «إِنِّي لَأَمْزَحُ، وَلَا أَقُولُ إِلَّا حَقًّا» ''میں ہنسی مذاق کرتا ہوں اور صرف حق بات ہی کہتا ہوں۔'' (صحیح الجامع: 2494) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ہم سے ہنسی مذاق کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: «إِنِّي لَا أَقُولُ إِلَّا حَقًّا» ''میں صرف حق بات ہی کہتا ہوں۔'' (جامع الترمذي: 199) مطلب یہ کہ میں ہنسی مذاق میں بھی جھوٹ نہیں بولتا اور نہ ہنسی مذاق میں جھوٹ بولنے کی اجازت ہے۔

اس دن بکثرت جھوٹ بولنے کے ساتھ بطور فیشن وعدہ خلافی بھی عام طور پر دیکھنے میں آتی ہے۔ حالانکہ وعدہ خلافی کرنا بھی حرام ہے اور یہ شیوۂ منافقین ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کے ساتھ مکروفریب کا کھیل کھیلا جاتا ہے۔ حالانکہ مسلمان کو دھوکا دینا حرام ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: «اَلْمَكْرُ وَالْخَدِيعَةُ فِي النَّارِ» ''مکروفریب اور دھوکا دہی جہنم میں

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



لے جانے والے ہیں۔'' (السلسلة الصحيحة: 1057) یہ حدیث بیان کرنے کے بعد سیدنا قیس بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر رسول اللہ ﷺ سے میں نے یہ فرمان نہ سنا ہوتا: «لَكُنْتُ مِنْ أَمْكَرِ النَّاسِ» ''تو میں تمام لوگوں سے زیادہ مکروفریب کرنے والا ہوتا۔'' (السلسلة الصحيحة: 131/3) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا جس کے ذریعے سے وہ پہچانا جائے گا۔ کہا جائے گا: «هٰذِهِ غَدْرَةُ فُلَانٍ» ''یہ فلاں کی بدعہدی (کا نشان) ہے۔'' (صحيح مسلم: 1736)

اس دن مکروفریب اور جھوٹ کے ذریعے غلط سلط باتیں مسلمانوں میں پھیلا دی جاتی ہیں جس کی وجہ سے ان کی عزت خاک میں مل جاتی ہے۔ جبکہ مسلمان کی عزت، مال اور جان دوسرے مسلمان کے لیے حرام ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے: «إِنَّ دِمَاءَ كُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا» ''تمھارے خون، تمھارے مال اور تمھاری عزت ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت اور اس مہینے اور اس شہر میں ہے۔'' (صحيح البخاري: 1739) اس دن مذاق میں دوسروں کو ڈرایا دھمکایا جاتا ہے جو بسا اوقات جان لیوا بھی ثابت ہوتا ہے۔ اس حوالے سے سیکڑوں سچے واقعات ریکارڈ میں موجود ہیں۔ ایک سچا واقعہ گوشۂ اطفال و شباب میں بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ایک دوسرے کا تمسخر اور مذاق اڑانا اس دن کا بنیادی فعل ہے، حالانکہ کسی مسلمان کا مذاق اور تمسخر اڑانا سنگین جرم اور کبیرہ گناہ ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ﴾ ''اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم سے مذاق نہ کرے، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے مذاق کریں، ہوسکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں۔'' (الحجرات: 11:49) اسی طرح مسلمان کو ڈرا کر پریشان اور خوفزدہ کرنے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ (أبوداود: 5004) جبکہ اس دن جھوٹ بولا ہی مسلمان بھائی کو خوفزدہ کرنے کے لیے جاتا ہے۔ یہ حقیقت تو سبھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ رسمِ بد غیروں کا تہوار ہے، ہمارا نہیں۔ اس کے باوجود مسلمان یہ تہوار منائیں تو کفار سے مشابہت ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے رسولِ کریم ﷺ کی سخت وعید ہے: «مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ» ''جس نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ انھی میں سے ہے۔'' (سنن أبي داود: 4033) چنانچہ جو لوگ اپریل فول مناتے ہیں، اندیشہ ہے ان کا انجام بروز قیامت یہود و نصاریٰ کے زمرے میں ہو۔

اس کا ایک بڑا نقصان یہ بھی ہے کہ اس دن چونکہ جھوٹ عام بولا جاتا ہے، اس لیے بعض لوگ اس دن سنجیدہ اطلاع کو بھی مذاق ہی سمجھتے ہیں۔ یوں وہ اپنا نقصان کرا بیٹھتے تھے۔ اس حوالے سے کئی ایک حقیقی واقعات بھی ہیں کہ بعض لوگوں کو اس دن ان کے نقصان کے متعلق اطلاع دی گئی، لیکن انھوں نے اسے مذاق ہی سمجھا، جبکہ وہ حقیقت تھی۔ نتیجتاً ان کا خاصا نقصان ہوگیا۔ 2012ء کی بات ہے۔ بھارت کے شہر ناگپور میں ایک مستری کرائے کے مکان میں رہائش پذیر تھا۔ اس کی عدم موجودگی میں مکان کو آگ لگ گئی۔ بدقسمتی سے یہ یکم اپریل تھا۔ اس کو اطلاع دی گئی تو اس نے اسے مذاق سمجھتے ہوئے نہ صرف ماننے سے انکار کردیا، الٹا کہہ دیا: لگتی ہے آگ تو لگنے دو۔ دھیرے دھیرے آگ پورے مکان میں پھیل گئی اور سارا سامان خاکستر ہوگیا۔ آس پاس کے لوگوں نے فائر بریگیڈ کی مدد سے آگ پر قابو پانے کی کوشش کی لیکن تب تک اپریل فول اپنا اثر دکھا چکا تھا۔

اپریل فول کی تباہی کی لمبی فہرست ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ ہم نے آئینہ دکھانے کے لیے بنیادی معلومات فراہم کردی ہیں جن کی روشنی میں یہ تہوار سراسر خسارے، نقصان اور اہل اسلام کی ذلت و رسوائی پر مبنی ہے، لہٰذا یہود و نصاریٰ کی سازش کو سمجھنے کی کوشش کریں اور دین و دنیا کے لیے مہلک ایسی رسوم سے اجتناب کریں۔ اسی میں ہماری بھلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلامی تعلیمات اور اسوۂ مصطفوی کے مطابق زندگی گزارنے اور یہود و نصاریٰ کی تقلید سے پرہیز کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر
ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں

غیر معروف مگر صحیح یا حسن احادیث

ابو علی

① مرتد کو قتل کردو

عکرمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس زندیق (مرتد) لوگ لائے گئے تو انھوں نے انھیں آگ میں جلا دیا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس کا علم ہوا تو انھوں نے فرمایا: اگر میں ہوتا تو انھیں آگ میں نہ جلاتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا تھا: «لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللّٰهِ» ''تم اللہ کا عذاب کسی کو نہ دو۔'' میں انھیں قتل کرتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: «مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ» ''جو اپنا دین بدل لے، اسے قتل کردو۔'' (صحيح البخاري: 6922)

② آخری زمانے کے دجال اور کذاب

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ، يَأْتُونَكُمْ مِنَ الْأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّونَكُمْ وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ» ''آخری زمانے میں ایسے دجال (فریب کار) اور کذاب ہوں گے جو تمھارے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے جو تم نے سنی ہوں گی نہ تمھارے آباء و اجداد نے۔ ان سے دور رہنا کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں اور فتنے میں نہ ڈال دیں۔''

(مقدمه صحيح مسلم: 6)

③ خالص منافق

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چار خصلتیں جس میں ہوں گی، وہ خالص منافق ہوگا۔ اور جس کے اندر ان میں سے کوئی ایک خصلت ہوگی تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے: «إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ» ''جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب عہد کرے تو بے وفائی کرے اور جب جھگڑے تو بدزبانی کرے۔'' (صحيح البخاري: 34، و صحيح مسلم: 58)

④ مسلمان کو ڈرانے کی ممانعت

عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ بیان کرتے کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بیان کیا کہ وہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں جا رہے تھے تو ان میں سے ایک شخص سو گیا۔ دوسرا اس سے ایک رسی لینے لگا جو اس کے پاس تھی، چنانچہ وہ (سونے والا آدمی) ڈر گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يُرَوِّعَ مُسْلِمًا» ''کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ دوسرے مسلمان کو ڈرائے۔'' (سنن أبي داود: 5004)

⑤ جھوٹ، ایمان کا دشمن

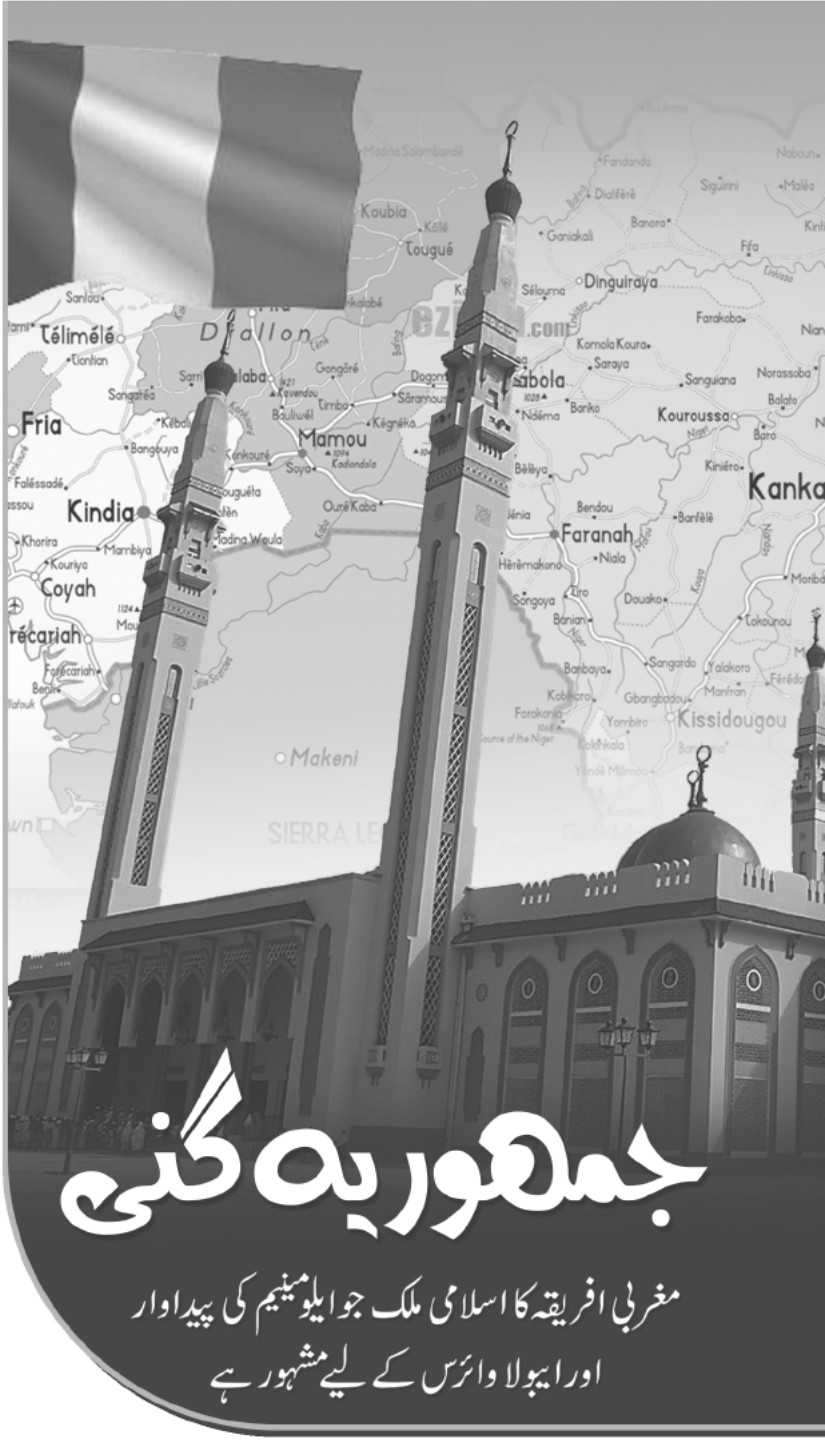
سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: «يَاأَيُّهَاالنَّاسُ! إِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَإِنَّ الْكَذِبَ مُجَانِبٌ لِّلْإِيمَانِ» ''لوگو! جھوٹ سے بچو! کیونکہ جھوٹ ایمان سے تہی دامن کردیتا ہے۔''

(مسند أحمد: 5/1)

⑥ مومن جھوٹا اور خائن نہیں ہوسکتا

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: «طُبِعَ الْمُؤْمِنُ عَلَى الْخِلَالِ كُلِّهَا إِلَّا الْخِيَانَةَ وَالْكَذِبَ» ''مومن تمام خصلتوں کا عادی بنایا گیا ہے، سوائے جھوٹ اور خیانت کے۔ (المصنف لابن أبي شيبة: 30339) یہ روایت موقوفاً صحیح ہے جبکہ مرفوعاً ضعیف ہے۔ (دیکھیے: كتاب الإيمان لابن سلام بتحقيق الألباني)

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



جمہوریہ گنی

مغربی افریقہ کا اسلامی ملک جو ایلومینیم کی پیداوار
اور ایبولا وائرس کے لیے مشہور ہے

محسن فارانی

ء

ں بحرِ اوقیانوس کے
کے شمال میں گنی بساؤ،
مشرق میں آئیوری
یریا اور سیرالیون ہیں
ں واقع ہے۔

م تاریخ پر تاریکی کا
ات میں گنی مغربی
میں شامل رہا۔ ان
نا) تھی جو تجارت پر
مراکش (المغرب) کی
ء تا 1147ء) کے
دوران میں بارھویں
ں میں سوسو بادشاہت
ں اسلامی سلطنتِ مالی
ندیا تاکیتا نے ختم
وسو حکمران کانٹی نے
ئی تھی۔

1ء- 1147ء) میں
اسلام پہلی بار اس خطے میں پہنچا جب مرابطین

رقبہ: 2,45,836 مربع کلومیٹر
آبادی: 1,06,28,972 (2014ء)
نظامِ حکومت: صدارتی جمہوریہ
صدرِ مملکت: الفا کونڈے

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر
ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



کے قائد عبداللہ یاسین (متوفی 1059ء) اور اس کے جانشینوں ابوبکر بن عمر اور یوسف بن تاشفین (1061ء-1106ء) نے مغربی افریقہ میں فتوحات حاصل کیں اور یہاں اسلامی تعلیم کے رباط اور زاویے قائم ہوئے۔ پھر سلطنت مالی کے عہد میں یہاں اسلام کو مزید فروغ ملا۔ منسا کانکو موسیٰ اس سلطنت کا سب سے مشہور حکمران تھا جس نے 1324ء میں سفرِ حج میں اور پھر مکہ مکرمہ میں دولت لٹا کر شہرت حاصل کی۔ پندرھویں صدی عیسوی میں اس سلطنت کی جگہ سنگھوئی سلطنت نے لے لی۔ اس کا آغاز 1460ء میں ہوا اور تھوڑے عرصے میں یہ رقبے اور دولت میں سلطنت مالی سے بڑھ گئی۔ 1582ء میں اسکیا داؤد کی وفات پر سلطنت سنگھوئی کمزور پڑ گئی اور تین سال بعد سعدی سلطانِ مراکش احمد المنصور الذہبی نے حملہ کر کے اس سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔

سلطنتِ مرابطین

تحریک مرابطین کے بانی یحییٰ بن ابراہیم جدّالی تھے جنھوں نے 1040ء میں شمالی افریقہ کے بربر قبائل میں بدعات و رسوم سے پاک خالص اسلام کی تبلیغ شروع کی۔ ان کے نائب عبداللہ بن یاسین نے بدعات و رسوم کے استیصال کے لیے مجاہدین منظّم کیے۔ مجاہدین کے مراکز ''رباط'' کہلاتے تھے، ان کی رعایت سے مجاہدین کو مرابطون یا مرابطین کہا جانے لگا۔ عبداللہ بن یاسین کو قبیلہ لمتونہ کے دو بھائیوں یحییٰ بن عمر اور ابوبکر بن عمر کی معاونت حاصل ہوگئی جو یکے بعد دیگرے مرابطین کے سپہ سالار بنے۔ عبداللہ بن یاسین نے اغمات (مراکش) فتح کر کے اسے دارالحکومت بنایا۔ عبداللہ بن یاسین نے مالی کے علاقے میں کفار کے خلاف جہاد میں شہادت پائی تو ابوبکر بن عمر ان کے جانشین بنے جنھوں نے 1061ء میں جہاد کے لیے روانہ ہوتے وقت حکومت اپنے چچازاد یوسف بن تاشفین کے سپرد کر دی۔

امیر یوسف بن تاشفین

یوسف بن تاشفین نے 1062ء میں نئے دارالحکومت مراکش کی بنیاد رکھی جس کے نام پر ملک المغرب الاقصیٰ بعد میں مراکش کہلایا۔ یوسف بن تاشفین مجاہد حکمران تھا۔ وہ عباسی خلافت کو تسلیم کرتا اور خود صرف امیر المسلمین کہلاتا تھا۔ اس نے جنگ زلاقہ (479ھ/1086ء) میں الفانسو ششم کے متحدہ مسیحی لشکر کو شکست فاش دے کر اندلس (سپین) کو صلیبیوں کے قبضے میں جانے سے بچایا اور پھر ایک دوسرے سے لڑتے مسلمان ملوک الطّوائف کی ریاستیں ختم کر کے اندلس کو سلطنت مرابطین میں شامل کر لیا۔ اس کے عہد میں سلطنت مرابطین تیونس سے بحرِ اوقیانوس تک اور اندلس سے دریائے نائیجر کے منبع (گنی) تک پھیلی ہوئی تھی۔ یوسف بن تاشفین نے 45 برس حکومت کر کے 500ھ/1106ء میں قلعہ شنترین (اندلس) کے محاصرے میں زخمی ہو کر شہادت پائی۔

فوتا جالون کی اسلامی ریاست

سعدی سلطنت مراکش کا گنی پر اقتدار زیادہ عرصہ قائم نہ رہ سکا اور یہ ملک کئی ریاستوں میں بٹ گیا۔ مالی وغیرہ سے فولانی مسلمان ہجرت کر کے وسطی گنی کے علاقہ فوتا جالون میں آ بسے اور انھوں نے یہاں ایک اسلامی ریاست قائم کر لی جو 1735ء سے 1898ء تک قائم رہی۔ اس سلطنت کا ایک تحریری آئین تھا جس کے تحت باری باری حکمران بنتے تھے۔

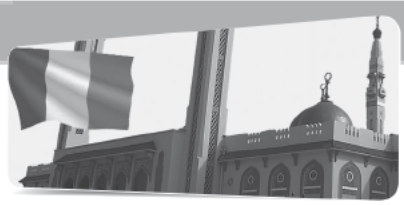
اسلامی سلطنت ویسولو کا قیام

یہ سلطنت بالائی گنی اور جنوب مغربی مالی کے علاقہ واسولو میں قائم ہوئی اور صرف بیس برس (98-1878ء) برقرار رہی۔ اس کے بانی منسا ساموری طورے تھے جنھوں نے 1882ء سے 1898ء تک حملہ آور فرانسیسی سامراجیوں کے خلاف جہاد کر کے شہرت حاصل کی۔ آخرکار 1898ء میں منسا ساموری طورے کو فرانسیسیوں نے گرفتار کر لیا اور ویسولو سلطنت آئیوری کوسٹ منتقل ہوگئی اور پھر چند سال بعد فرانس نے اس کا خاتمہ کر دیا۔

یورپی سامراجیوں کا گنی پر قبضہ

سولہویں صدی عیسوی سے یورپی ڈاکو ہمسایہ ممالک کی طرح گنی کے ساحل سے غلاموں کی تجارت کر رہے تھے۔ ان میں پرتگالی پیش پیش تھے۔ پرتگالیوں ہی نے افریقہ کے اس ساحل کو گنی کا نام دیا جس سے آج گنی اور گنی بساؤ نام کے دو ممالک منسوب ہیں۔ بعد میں گنی پر فرانس نے قبضہ کر لیا اور گنی بساؤ پرتگال کے قبضے میں رہا۔ خلیج گنی کے مشرقی ساحل پر گنی کے نام سے تیسرا علاقہ استوائی گنی سپین کے قبضے میں تھا جو آزادی سے پہلے ریومنی کہلاتا تھا۔ ان تینوں کے برعکس

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



دنیا کا دوسرا بڑا جزیرہ گنی آسٹریلیا کے شمال مشرق میں بحرالکاہل کے اندر واقع ہے جس کا مشرقی نصف پاپوانیوگنی ایک آزاد ملک ہے جبکہ مغربی نصف انڈونیشیا میں شامل ہے۔

گنیوس اور گنی

گنی (Guinea) کا نام دراصل پرتگالی لفظ Guine (گنی) سے نکلا ہے۔ پندرھویں صدی میں پرتگالیوں نے گنی کا نام (Guine) مغربی افریقہ میں دریائے سینی گال کے نچلے علاقوں کو دیا تھا جہاں آباد سیاہ فام افریقیوں کو وہ گنیوس (Guineus) کہہ کر پکارتے تھے۔

گنی میں فرانسیسی سامراج

1885ء میں برلن کانفرنس کی بندر بانٹ میں گنی سمیت شمالی، وسطی اور مغربی افریقہ کے بیشتر علاقے فرانس کے حصے میں آئے تھے، چنانچہ فرانسیسی فوج نے پیش قدمی کرتے ہوئے 1898ء میں سلطنت ویسولو کے منسا (بادشاہ) ساموری طورے کو شکست دے کر گنی اور اس کے ساتھ ملے علاقوں پر قبضہ کرلیا۔ فرانس نے گنی کو فرنچ مغربی افریقہ میں شامل کرلیا جس کا انتظام داکار (سینی گال) میں تعینات گورنر جنرل کے ہاتھ میں تھا جبکہ گنی میں اس کے تحت لیفٹیننٹ گورنر حکومت کرتا تھا۔

گنی کی آزادی

دوسری جنگ عظیم کے بعد گنی میں آزادی کی تحریک اٹھی جس کی قیادت ڈیموکریٹک پارٹی کے سربراہ احمد سیکو (شیخ) طورے کے ہاتھ میں تھی۔ سیکو (Sekou) کا لقب مغربی افریقہ میں شیخ (شیخو) کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ 1957ء کے عام انتخابات میں آزادی کی طلبگار ڈیموکریٹک پارٹی (PDG) نے 60 میں سے 56 نشستیں جیت لیں۔ 28 ستمبر 1958ء کے ریفرنڈم میں بھاری تعداد میں آزادی کے حق میں ووٹ پڑے اور یوں 2 اکتوبر کو گنی آزاد ہوگیا۔ احمد شیخو طورے ملک کے پہلے صدر بنے۔

گنی آزادی کے بعد

صدر احمد طورے نے ملک میں اشتراکی نظام رائج کیا۔ 1960ء میں ڈیموکریٹک پارٹی واحد قانونی جماعت قرار پائی جو اگلے 24 برس برسرِ اقتدار رہی۔ صدارتی مدت 7 سال تھی اور احمد طورے چار بار بلامقابلہ صدر منتخب ہوتے رہے جبکہ قومی اسمبلی کے انتخابات پانچ پانچ سال کے وقفے سے ہوئے۔ حکومت نے زمین سرکاری ملکیت میں لے لی اور فرانس کے ساتھ تعلقات توڑ لیے۔ ہزاروں سیاسی مخالفین جلاوطنی پر مجبور ہوگئے۔

گنی پر پرتگال کا حملہ

ہمسایہ ملک گنی بساؤ پر پرتگال ابھی تک قابض تھا۔ چونکہ صدر احمد طورے گنی بساؤ کی گوریلا تحریک آزادی PAIGC کی حمایت کررہے تھے، 1970ء میں پرتگالی فوج نے گنی پر حملہ کردیا۔ کئی روز کی شدید لڑائی کے بعد پرتگالی فوج گنی سے نکل گئی اور حکومت پرتگال کا احمد طورے کو قتل یا گرفتار کرنے کا مقصد پورا نہ ہوسکا۔ اس واقعے کی یاد میں دارالحکومت کناکری کے چوک میں ایک یادگار نصب کی گئی ہے۔

صدر طورے کی وفات اور فوجی انقلاب

26 مارچ 1984ء کو صدر احمد شیخو طورے امریکہ میں دل کے آپریشن کے دوران میں وفات پاگئے اور ان کی جگہ مسیحی وزیراعظم لوئی لانسانا عبوری صدر بن گئے۔ 3 اپریل 1984ء کو نئے صدر کا انتخاب ہونے والا تھا جب دو کرنلوں لانسانا کونٹے اور دیارا تروری نے فوجی انقلاب برپا کردیا۔ کونٹے صدر اور دیارا وزیراعظم بن گیا۔

کونٹے کی فوجی حکومت

فوجی حکومت نے 250 سیاسی قیدی رہا کردیے اور غیر اشتراکی پالیسیاں اپنائیں۔ 2 لاکھ سے زیادہ جلاوطن افراد ملک واپس چلے آئے۔ 1993ء میں پارلیمنٹ کے انتخابات ہوئے جن میں صدر کونٹے کی اتحاد و ترقی پارٹی جیت گئی۔ فروری 1996ء میں ایک فوجی بغاوت کچل دی گئی۔ ستمبر 2001ء میں اپوزیشن لیڈر الفا کونڈے کو جیل میں ڈال دیا گیا جو 8 ماہ قید رہنے کے بعد فرانس میں جلاوطنی کاٹنے لگا۔ اسی سال صدر کونٹے نے ریفرنڈم میں صدارتی مدت بڑھالی اور 2003ء کے انتخابات میں تیسری صدارتی مدت جیت لی جبکہ اپوزیشن نے بائیکاٹ کیا تھا۔

موسیٰ کا مارا کا فوجی انقلاب

2001ء میں مہاجرین کے مسئلے پر سیرالیون اور لائبیریا کے ساتھ سرحدی جھڑپیں ہوئیں۔ جنوری 2005ء میں صدر کونٹے ایک قاتلانہ

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



حملے سے بچ نکلے۔ 22 دسمبر 2008ء کو صدر کونٹے کی وفات پر موسیٰ دادیس کامارا نے فوجی انقلاب برپا کر کے حکومت سنبھال لی۔ ستمبر 2009ء میں احتجاجی مظاہرین پر فائرنگ میں 150 افراد مارے گئے۔ دسمبر میں کامارا کے ایک ساتھی نے ان پر فائرنگ کی اور وہ علاج کے لیے مراکش چلے گئے۔ ان کی غیر موجودگی میں نائب صدر سیکوبا کوناٹے نے لبنان سے آ کر اقتدار سنبھال لیا۔

پہلے آزادانہ انتخابات

جون 2010ء میں ملک میں پہلا منصفانہ صدارتی انتخاب منعقد ہوا۔ نومبر میں دوسرے راؤنڈ میں الفا کونڈے صدر منتخب ہو گئے جو مسلمان ہیں۔ جولائی 2011ء میں ان کے خلاف بغاوت ناکام رہی۔ مئی 2013ء کے عام انتخابات صدر کونڈے کی جماعت نے جیت لیے۔

گنی میں قبائلی تفریق

صدر کونڈے کو ملک کے دوسرے بڑے قبیلے مالنکے (مینڈنکا) کی حمایت حاصل ہے جبکہ اپوزیشن فولا یا پیول قبیلے کی ہے جو ملک کی 40 فیصد آبادی پر مشتمل ہے۔ تیسرا قبیلہ سوسو ہے۔

گنی کے جغرافیائی حالات

گنی جغرافیائی لحاظ سے 4 حصوں میں بٹا ہوا ہے:

① باسے کوٹ (ساحل باسے)

② ملک کے وسط میں فوتا جالون کا پہاڑی علاقہ

③ جنوب مشرقی جنگلات

④ شمال مشرق میں بالائی گنی کا ''ساحل'' نامی میدان۔ مغربی افریقہ کے تین دریا نائیجر، سینی گال اور گیمبیا گنی کے پہاڑوں ہی سے نکلتے ہیں۔ گنی کی بلند ترین پہاڑی چوٹی ''نمبا'' 1752 میٹر اونچی ہے۔

گنی کی سیاسی تقسیم

گنی 8 انتظامی حلقوں پر مشتمل ہے جو 33 اضلاع (پریفیکچرز) میں بٹے ہوئے ہیں۔ انتظامی حلقے (Regions) درج ذیل ہیں: ① کناکری ریجن ② انزری کوری ریجن ③ کانکان ریجن ④ کنڈیا ریجن ⑤ بوکے ریجن ⑥ لابے ریجن ⑦ فراتاہ ریجن ⑧ ماموریجن۔

مشہور شہر

کناکری: یہ ملکی دارالحکومت ہے اور بحر اوقیانوس کے ساحل پر ایک جزیرہ نما میں واقع ہے۔ یہ ملک کا سب سے بڑا شہر اور اقتصادی و تعلیمی مرکز ہے۔ کناکری کی جامع مسجد مغربی افریقہ کی بڑی مساجد میں شمار ہوتی ہے۔ اس کی آبادی تقریباً 17 لاکھ ہے۔

دیگر بڑے شہر کانکان، کنڈیا، لابے، گیوکیڈو، بوکے، ماموا ور کسی ڈوگو ہیں۔

گنی کے معدنی وسائل

گنی دنیا کی باکسائٹ کی پیداوار کا 25 فیصد پیدا کرتا ہے جس سے ایلومینیم حاصل ہوتا ہے۔ اس کے ذخائر کی مقدار 25 ارب ٹن ہے۔ اس کے علاوہ ہیرے، سونا اور دیگر دھاتیں بھی ملتی ہیں۔ باکسائٹ اور ایلومینیم سب سے بڑی برآمدات ہیں۔

گنی کی زرعی پیداوار

زرعی پیداوار میں کیلا، اناس، کافی، مونگ پھلی اور پام آئل شامل ہیں۔ ملک کی 80 فیصد آبادی زراعت سے وابستہ ہے۔ خاصی تعداد میں لوگ ماہی گیری کرتے ہیں۔

گنی کے مذاہب

گنی کی 85 فیصد آبادی مسلمان ہے۔ 8 فیصد عیسائی ہیں جبکہ 7 فیصد آبادی مقامی اور دیگر مذہبی عقائد رکھتی ہے۔ مسلمان سنی مالکی مسلک رکھتے ہیں۔ کچھ آبادی احمدیوں (قادیانیوں) کی ہے۔

گنی کے کھانے

چاول اہل گنی کی عام خوراک ہے۔ کساوا بھی کثرت سے کھایا جاتا ہے۔ کساوا شکرقندی کے مانند ایک پودے کی نشاستہ دار جڑیں ہیں۔ گنی کے مقبول کھانے فوفو، جولوس چاول، مافے اور تاپالا پاروٹی ہیں۔

ایبولا وائرس گنی میں پھوٹا

2014ء میں گنی میں ایبولا وائرس کی بیماری پھوٹ پڑی۔ دیہی علاقوں سے یہ مرض کناکری شہر میں آیا اور پھر ہمسایہ ممالک سیرالیون اور لائبیریا میں پھیل گیا۔ اگست 2014ء میں گنی نے ان دونوں ملکوں کے ساتھ اپنی سرحدیں بند کر دیں۔ ایبولا وائرس کا پہلا شکار دسمبر 2013ء میں جنوب مشرقی گنی کے گاؤں کا ایک دوسالہ بچہ تھا جو بخار، قے اور سیاہ دستوں میں مبتلا ہو کر مر گیا۔ ایک ہفتہ بعد اس کی ماں ہلاک ہو گئی۔ پھر ایک بہن اور دادی اس مرض کا شکار ہوئیں اور پھر یہ وبا پھیلتی چلی گئی۔

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



مختصر... مگر مفید باتیں

دو عجیب حدیثیں

معمر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امام زہری رحمہ اللہ نے مجھ سے کہا: کیا میں تمھیں دو عجیب حدیثیں نہ سناؤں؟ پھر انھوں نے پہلی حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک شخص نے اپنے آپ پر ہر قسم کی زیادتی، یعنی ہر گناہ کا ارتکاب کیا۔ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے کہا: جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا، پھر مجھے ریزہ ریزہ کر دینا، میری کچھ راکھ ہوا میں اڑا دینا اور کچھ سمندر میں بہا دینا۔ اللہ کی قسم! اگر میرے رب نے مجھے قابو کر لیا تو یقیناً مجھے ایسا عذاب دے گا جو کسی اور کو نہ دیا ہوگا۔ بیٹوں نے اس کے ساتھ یہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا: جو تو نے لیا، پورا واپس کر دے، چنانچہ وہ شخص پورے کا پورا سامنے کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا: تجھے ایسا کرنے پر کس چیز نے اکسایا؟ اس نے عرض کی: میرے پروردگار! تیری خشیت اور خوف نے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔

دوسری حدیث یوں بیان کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک عورت بلی کی وجہ سے جہنم میں ڈال دی گئی جسے اس نے باندھ رکھا تھا۔ اس نے اسے کچھ کھلایا نہ چھوڑا ہی کہ زمین کے چھوٹے جانور کھا لیتی، چنانچہ وہ لاغر ہو کر مر گئی۔''

ان احادیث پر تبصرہ کرتے ہوئے امام زہری رحمہ اللہ نے فرمایا: ایسا اس لیے ہے کہ کوئی شخص نہ صرف رحمت پر بھروسا کرے اور نہ صرف مایوسی ہی کو اپنا لے۔ (صحیح مسلم: 6981 (2756) غور کیجیے! دل کی خشیت یا خوف نے نیکیوں سے تہی دامن شخص کو جنت میں پہنچا دیا اور دل کی قساوت اور بے رحمی اس عورت کو جہنم میں لے گئی۔

زندگی اور موت اللہ کے اختیار میں ہے

امریکی ڈاکٹر سٹورٹ برگر نے اپنے ملک میں بے پناہ شہرت حاصل کی۔ اس کا دعویٰ تھا کہ وہ ایک سو سال زندہ رہنے کا راز جانتا ہے۔ اسے ''سدا جوان رکھنے'' کا سپیشلسٹ مانا جاتا تھا۔ وہ دراصل غذائیت کا ماہر تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ وہ غذاؤں میں ردوبدل اور حیاتین (وٹامن) کے ذریعے کینسر، ہائی بلڈ پریشر، گنٹھیا، عورتوں کے اندرونی امراض اور پیچیدہ بیماریوں کا علاج کر سکتا ہے۔ اس نے اس موضوع پر دو کتابیں لکھیں جو مقبولِ عام ہوئیں۔ ڈاکٹر سٹورٹ نے بنیادی اصول یہ بتایا ہے کہ وہ انسان کا مدافعاتی نظام اس قدر مضبوط کر دیتا ہے کہ کسی بھی بیماری سے کوئی انسان مر ہی نہیں سکتا بلکہ کوئی مرض لاحق ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ ڈاکٹر مارچ 1994ء میں ایک رات روزمرہ کی

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



طرح اچھا بھلا سویا اور نیند ہی میں مرگیا۔ اس کی عمر ابھی چالیس سال ہوئی تھی۔

امریکہ ہی کے ایک دوسرے ڈاکٹر جم فکس کا کہنا تھا کہ روزانہ صبح دوڑ لگانے سے عمر اتنی طویل ہوجاتی ہے کہ انسان ایک سو سال زندہ رہ سکتا ہے۔ یہ ڈاکٹر خود بھی ہر صبح دوڑ لگانے کا عادی تھا۔ اس دوڑ کو جاگنگ کہتے ہیں۔ ڈاکٹر جم فکس کو یہ توقع تھی کہ اس رفتار سے دوڑنے سے موت انسان تک نہیں پہنچ سکتی۔ لیکن اس کی عمر ابھی 52 سال تھی جب ایک صبح جاگنگ کے دوران اسے ہارٹ اٹیک ہوا اور وہ مرگیا۔ موت سے ایک دن پہلے اس نے کہا تھا: اسے یقین ہے کہ وہ ایک سو سال زندہ رہے گا۔ اس کا باپ بھی 35 سال کی عمر میں حرکت قلب بند ہونے سے مرا تھا۔

ایک سو سال زندہ رہنے کا دعویٰ کرنے والے اس حقیقت کو ذہن سے اتار پھینکتے ہیں کہ انسان کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کے مرنے کا عمل بھی شروع ہوجاتا ہے۔ زندگی کی بقا غذاؤں، وٹامنز اور جاگنگ میں نہیں بلکہ اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے زندہ رکھتا ہے، خواہ وہ سو بیماریوں کا مرکب ہو اور جسے چاہتا ہے موت دیتا ہے چاہے اس میں بیماری کا نام و نشان بھی نہ ہو۔ اس کا فرمانِ عالی ہے: ﴿وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا﴾ ''اور بلاشبہ وہی ہے جس نے موت دی اور زندگی بخشی۔'' (النجم 44:53)

علم حدیث کے لیے سفر کی برکت

نوفل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کو دیکھا تو پوچھا: اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ انھوں نے فرمایا: «غَفَرَلِی بِرُحْلَتِی فِی الْحَدِیثِ» ''حدیث کی خاطر میرے سفر کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے معاف کردیا۔'' (سیر أعلام النبلاء: 419/8)

باتیں دانائی کی

* غلطی ماننے اور گناہ چھوڑنے میں کبھی دیر نہ کرو، کیونکہ سفر جتنا طویل ہوگا، واپسی اتنی ہی مشکل ہوگی۔
* نیک لوگوں کی صحبت سے ہمیشہ بھلائی ملتی ہے کیونکہ ہوا پھولوں پر سے گزرتی ہے تو وہ بھی خوشبودار ہوجاتی ہے۔
* عقلمند وہ نہیں جسے صرف اچھائی یا برائی کی پہچان ہو بلکہ حقیقی عقل مند وہ ہے جو اچھائی کی پیروی کرے اور برائی کو ترک کردے۔
* ایک دفعہ بولا گیا جھوٹ، آپ کی ساری سچائی پر سوالیہ نشان لگا دیتا ہے۔
* برا وقت وہ شفاف آئینہ ہے جو بہت سے چہرے واضح کردیتا ہے۔

یہ بڑھتے فاصلے

دور حاضر کا ایک بڑا چیلنج ''جنریشن گیپ'' یعنی بڑھتی ہوئی دوریاں ہیں، گھر میں والدین اور اولاد کے درمیان، اسکولوں میں اساتذہ اور طلبہ کے درمیان، معاشرے میں بڑوں اور چھوٹوں کے درمیان، اور دینی جماعتوں میں بزرگوں اور نوجوانوں کے درمیان۔ ان دوریوں کو قربتوں میں بدلنا ضروری ہے، ورنہ ہمارے خواب چکنا چور ہوجائیں گے، اور رفتار کا فرق سمتوں اور منزلوں کا فرق بن جائے گا، اور یہ وہ نقصان ہوگا جس کی ذمہ داری سب پر عائد ہوگی۔

قرآن مجید میں بڑوں کی چھوٹوں سے دوستی اور قربت کے بڑے زبردست مناظر ہیں۔ اور ہر منظر میں ان بڑوں کے لیے بڑا سبق ہے جو اپنے چھوٹوں سے دور ہوگئے، اتنا دور کہ ان کو اس کی خبر نہیں ہے کہ ان کے چھوٹے کس سمت میں سفر کررہے ہیں، کن مشاغل میں زندگی بسر کررہے ہیں اور کیا خواب دیکھتے ہیں۔

ایک منظر خانہ کعبہ کی تعمیر کا ہے جس میں ایک بوڑھا باپ ابراہیم اور ایک جوان بیٹا اسماعیل مل کر دیواریں اٹھا رہے ہیں۔ دونوں میں فکری اور قلبی ہم آہنگی اتنی ہے کہ ایک ہی تمنا ایک ہی خواب اور لفظ بہ لفظ ایک ہی دعائیں۔

دوسرے منظر میں انصاف کی عدالت قائم ہے اور عدل و انصاف قائم کرنے کا سچا جذبہ لے کر ایک ادھیڑ عمر باپ داود اور ایک جوان

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



قوت حافظہ کا راز

علی بن خشرم کہتے ہیں کہ میں نے امام وکیع رحمہ اللہ کو دیکھا۔ وہ ہر چیز کو زبانی یاد رکھتے تھے۔ ان کے ہاتھ میں کبھی کوئی کتاب نہ ہوتی تھی۔ میں نے ان سے کہا: آپ کے حافظے کا راز کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: «تَرْكُ الْمَعَاصِي، مَا جَرَّبْتُ مِثْلَهُ لِلْحِفْظِ» ''گناہوں کو ترک کر دینا۔ حافظے کے لیے میں نے اس سے آزمودہ نسخہ نہیں دیکھا۔''

(تهذيب التهذيب:113/11)

بیٹا سلیمان سر جوڑے بیٹھے ہیں۔ صحیح رائے تک بیٹا پہنچ جاتا ہے، اور باپ اس کی بات کو خوش دلی سے قبول کر لیتا ہے، کیونکہ دونوں کا آپس میں مقابلہ نہیں تھا، بلکہ مل کر حق تک رسائی کے لیے کوشش کر رہے تھے، اپنی ذہانت ثابت نہیں کرنا تھی بلکہ منصفانہ فیصلے تک پہنچنا تھا، ہدف اکیلے جیتنا نہیں تھا، بلکہ مل کر جیتنا تھا۔

تیسرے منظر میں بیٹا یوسف خواب دیکھتا ہے اور سب سے پہلے اپنے ابا کے ساتھ شیئر کرتا ہے، ابا خواب کو غور سے سنتے ہیں، اور خواب کی عملی تعبیر کے سلسلے میں فکرمند ہو جاتے ہیں۔

چوتھے منظر میں باپ ابراہیم خواب دیکھتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے اسماعیل کو ذبح کر رہا ہے، باپ اپنا خواب بلا جھجک اپنے بیٹے کو سناتا ہے اور بیٹا اس خواب کی تعبیر کی خاطر اپنی گردن پیش کر دیتا ہے۔

پانچویں منظر میں ماں اپنے بیٹے موسیٰ کو صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دیتی ہے، اور پھر پورا مشن اپنی بیٹی کے حوالے کر دیتی ہے جو بہترین طریقے سے اس مشن کو انجام دیتی ہے۔ ماں بیٹی پر اعتماد کرتی ہے، اور بیٹی اس اعتماد کی لاج رکھ لیتی ہے، اور ماں کی توقعات پر پورا اترتی ہے۔

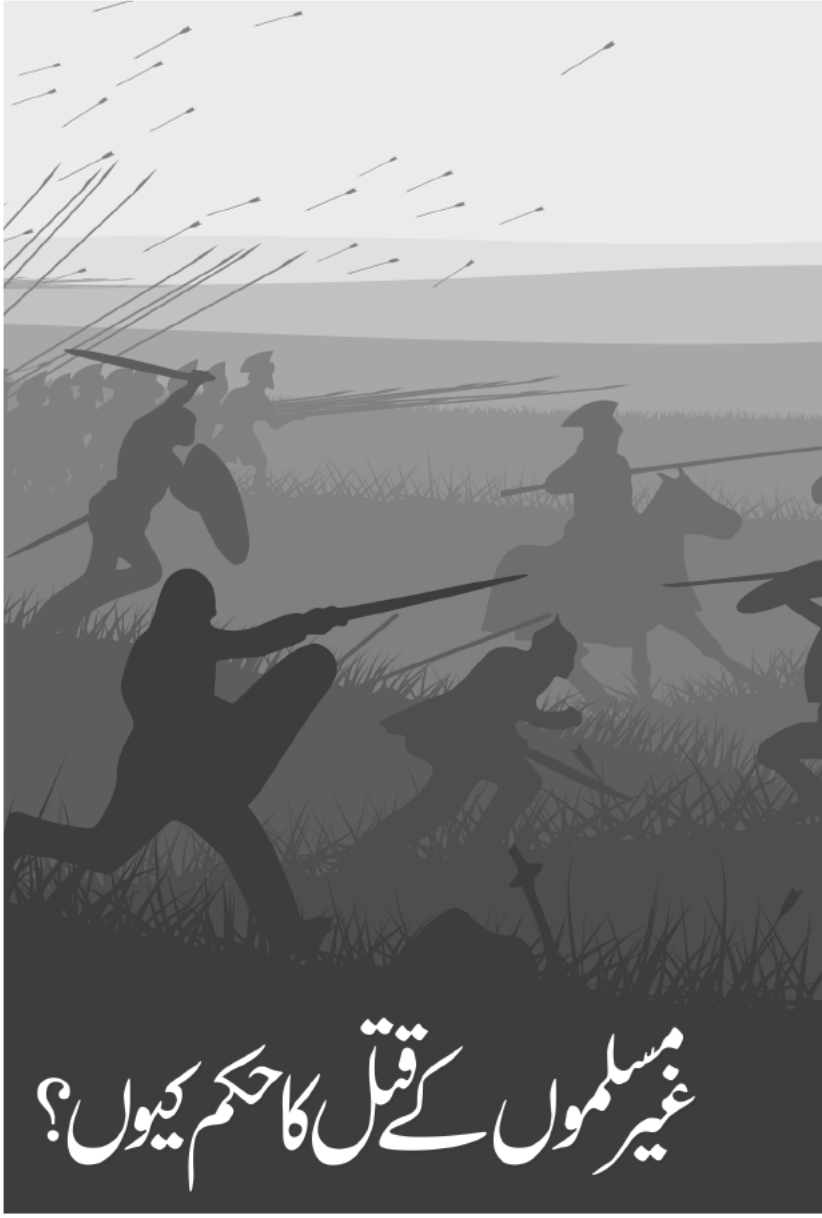
لازم ہے کہ بڑوں اور چھوٹوں کے درمیان اتنا گہرا رشتہ ہو کہ بڑے چھوٹوں کے ساتھ مل کر خانہ کعبہ کی تعمیر جیسے بڑے بڑے کام انجام دیں، بڑے چھوٹوں کے ساتھ مل کر گھمبیر ترین مسائل کے حل تلاش کریں، بڑے اپنے خوابوں میں چھوٹوں کو شریک کریں، اور چھوٹے اپنے خواب بڑوں کو بلا جھجک بتا سکیں۔ نصیحت کا موقع آئے تو بڑے چھوٹوں کو نصیحت بھی کریں، لیکن اس طرح جیسے لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے تھے۔ سمجھداری، حکمت، محبت اور پیار بھری نصیحتیں، کہ کوئی نصیحت بار خاطر نہ ہو۔ چھوٹے بھی موقع آنے پر بڑوں کو ضرور نصیحت کریں لیکن احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے، جس طرح بیٹے ابراہیم نے اپنے باپ کو نصیحت کی تھی احترام اور خیر خواہی کا پیکر بن کر۔

کتنے ہی کروڑ پتی لوگوں کے اپنے جوان بچوں کے بگڑے ہوئے کیس سنے، ان کی اس زندگی پر رونا آیا جو انھوں نے بچوں سے دور دولت کمانے کی دھن میں گزار دی۔ وہ بچوں کے لیے دولت کماتے رہے، مگر خود بچوں کو کھوتے رہے۔ دولت بچوں کے ہاتھ لگی اور بچے شیطان کے ہاتھ لگے۔ ان بے چاروں کے ہاتھ کچھ نہیں آیا سوائے خالی لرزتے ہاتھ اور حسرت زدہ ٹوٹے دل کے۔ ان سب کے برے حال کی ایک بڑی وجہ تھی بچوں سے دوری۔ میری مراد جگہ کی دوری نہیں کہ کتنے ہی لوگ ہیں جو گھر میں رہ کر دور ہوتے ہیں اور کتنے ہی لوگ ہزاروں میل دور رہ کر بھی قریب ہوتے ہیں۔

اکثر بڑوں کو گلہ کرتے ہوئے دیکھا گیا کہ چھوٹے ان کی پسند کا خیال نہیں کرتے، وہ رشتہ بھی اپنی پسند کا، پیشہ بھی اپنی پسند کا اور لائف اسٹائل بھی اپنی پسند کا چاہتے ہیں۔ میں چھوٹوں سے تو یہی کہوں گا کہ بڑوں کی پسند کا احترام تم کو ممکنہ حد تک کرنا چاہیے، ساتھ ہی بڑوں سے بھی ادب سے کہوں گا کہ وقت آنے پر اپنی پسند کو ان پر زبردستی تھوپنے کی اور نہ ماننے پر ناراض ہو جانے کی بجائے، آپ بچپن ہی سے پسند کے وہ اعلیٰ معیارات ان کی شخصیت میں بسا دیجیے کہ تاحیات وہ ان اعلیٰ معیارات کو رہنما بنائیں اور آپ کو کسی کشمکش کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ اور یہ تبھی ہو سکے گا جب آپ چھوٹوں کے ہم درد، ہم راز اور زندگی کے ہم سفر بلکہ خوابوں کے ہم نظر بن جائیں گے۔

میں نے تربیت کے سلسلے میں کڑی آمریت سے زیادہ نقصان دہ نری ناصحیت سے زیادہ بے اثر اور بامقصد دوستی سے زیادہ مفید طریقہ کوئی نہیں پایا۔

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



غیر مسلموں کے قتل کا حکم کیوں؟

مولانا خاور رشید بٹ

فضیلۃ الشیخ خاور رشید صاحب نے قرآن و سنت کے دلائل کی روشنی میں بڑی شرح و بسط کے ساتھ ''اسلام میں غیر مسلموں کے حقوق'' کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ مضمون تین قسطوں میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اسلام نے جس قدر غیر مسلموں کی خیر خواہی کی ہے اور جس انداز سے ان کے تحفظ کو یقینی بنایا ہے، دنیا کے کسی مذہب اور ازم میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ یہاں ایک اشکال کھٹکا پیدا کر دیتا ہے کہ اگر واقعتاً اسلام میں اس قدر وسعت ہے اور وہ رواداری کا دین ہے تو پھر غیر مسلموں کے ساتھ لڑائی کرنے اور انھیں قتل کرنے کا حکم اور ترغیب کیوں ہے؟ زیر نظر مضمون اسی سوال کا جواب ہے۔ اس لحاظ سے آپ اسے سابقہ اقساط کا تتمہ و تکملہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ ایڈیٹر

اسلام کا موقف کیا ہے؟

اسلام نے ہرگز ایسا نہیں کہا کہ تمام غیر مسلموں کو قتل کر دو۔ انھیں دنیا میں رہنے کا کوئی حق نہیں۔ یہ محض پروپیگنڈہ ہے۔ کیونکہ اگر انھیں زندہ رہنے کا حق نہیں تو اسلام کو ان کے حقوق بیان کرنے کی کوئی ضرورت و حاجت نہ تھی۔

ہماری تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ جو غیر مسلم اسلام کے خلاف کوشش کرے، سازشیں کرے، مسلمانوں پر ظلم ستم ڈھائے، انھیں اسلام پر عمل کرنے سے روکے اور معاہدے کی خلاف ورزی کرے، لڑائی اور قتال و جہاد ان کے خلاف ہے نا کہ ہر طرح کے غیر مسلم کے ساتھ۔ اس موقف کو بے وقوف شخص ہی غلط کہہ سکتا ہے۔ دلائل حسب ذیل ہیں:

① مسلمان کی پناہ میں آنے والا غیر مسلم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور اگر مشرکوں میں سے کوئی تجھ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دے، یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سنے، پھر اسے اس کی امن کی جگہ پر پہنچا دے۔ یہ اس لیے کہ بے شک وہ ایسے لوگ ہیں جو علم نہیں رکھتے'' (التوبۃ 6:9)

یہ حکم ہمیشہ کے لیے ہے اور ہر مسلمان کو پناہ دینے کا حق ہے، چاہے معاشرے میں اس کی حیثیت کچھ بھی ہو، اس کی پاسداری کرنا تمام مسلمانوں کا حق ہے، یہاں تک کہ حکمران بھی اس کو توڑ نہیں سکتا۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا: «وَيُجِيرُ عَلَى الْمُسلِمِين أَدنَاهُم» ''اور مسلمانوں کے خلاف

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



سب سے کم درجے کا مسلمان بھی (غیر مسلم) کو پناہ دے سکتا ہے۔'' (سنن ابن ماجه: 2685)

دوسری حدیث کے الفاظ ہیں: «يَسْعٰى بِذِمَّتِهِم أَدنَاهُم» ''ادنیٰ مسلمان بھی معاہدے کی ذمہ داری اٹھا سکتا ہے۔'' (سنن أبي داود: 2751)

فتح مکہ کے موقع پر سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا نے ایک مشرک کو پناہ دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہم نے اسے پناہ دی جسے تم نے پناہ دی۔ ہم نے اسے امان دی جسے تم نے امان دی۔'' (سنن أبي داود: 2763)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص سے کوئی اپنا خون محفوظ سمجھتا ہو اور وہ اسے قتل کر ڈالے تو قیامت کے دن وہ (قاتل) عہد شکنی کا جھنڈا اٹھائے ہوئے ہوگا۔'' (ابن ماجه: 2688)

② معاہدہ کرنے والے غیر مسلم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''مگر مشرکوں میں سے وہ لوگ جن سے تم نے عہد کیا، پھر انھوں نے عہد میں تم سے کچھ کمی نہیں کی اور نہ تمھارے خلاف کسی کی مدد کی تو ان کے ساتھ ان کا عہد ان کی مدت تک پورا کرو (ان سے لڑائی نہیں ہوسکتی) بے شک اللہ متقی لوگوں سے محبت کرتا ہے۔'' (التوبة 4:9)

آگے فرمایا: ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''سوائے ان لوگوں کے جن سے تم نے مسجد حرام کے پاس معاہدہ کیا، چنانچہ جب تک وہ تمھارے لیے پوری طرح قائم رہیں تو تم ان کے لیے پوری طرح قائم رہو (معاہدہ نہیں توڑتے تو ان سے لڑ نہیں سکتے) بے شک اللہ متقی لوگوں سے محبت کرتا ہے۔'' (التوبة 7:9)

مزید فرمایا: ﴿وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ﴾ ''اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمھارے دین میں طعن کریں تو کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو۔'' (التوبة 12:9)

اس آیت کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جو عہد کی پاسداری کرتا ہے اور دین اسلام پر طعن نہیں کرتا اس کے خلاف لڑائی نہیں کی جائے گی۔

اسی حکم کے تحت وہ غیر مسلم اقوام بھی آجاتی ہیں جو مسلم حکومت کے ماتحت ذمی (معاہد) بن کر رہتے ہیں اور جب تک معاہدے کی خلاف ورزی نہ کریں ان کی جان و مال، عزت و ناموس اور عبادت گاہوں کی حفاظت کی ذمہ داری مسلم حکومت پر ہے، چاہے ان غیر مسلموں کی کئی نسلیں ایسے ہی گزر جائیں۔

اور جو مسلمان ان پر ظلم کرے گا، ان کا مال ناجائز طریقے سے لے گا یا انھیں ناحق قتل کرے گا، اسلامی نقطہ نظر کے مطابق وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے۔

③ وہ غیر مسلم جو معاہد قوم کے حلیف بن جائیں یا ان کی پناہ میں چلے جائیں تو ان کا حکم بھی اس معاہدہ کرنے والی قوم جیسا ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ﴾ ''مگر وہ لوگ جو ان لوگوں سے جا ملتے ہیں کہ تمھارے اور ان کے درمیان عہد و پیمان ہے (ان سے بھی لڑائی نہیں ہوسکتی)۔'' (النسآء 90:4)

④ وہ غیر مسلم جو مسلمانوں کے خلاف سازشیں نہیں کرتے، نہ ان کو مٹانے ہی کی کوشش کرتے ہیں اور نہ کسی دشمن اسلام کی اسلام کے خلاف مدد کرتے ہیں چاہے ان کی اپنی قوم ہی کیوں نہ ہو، یعنی اپنی صلح جوئی کے سبب الگ تھلگ رہنا چاہتے ہیں تو مسلمان ان کے خلاف بھی جنگ نہیں چھیڑ سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جن لوگوں نے تم سے مذہبی لڑائی نہیں لڑی اور تمھیں جلاوطن نہیں کیا، ان کے ساتھ سلوک و احسان کرنے اور منصفانہ برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمھیں نہیں روکتا بلکہ اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔'' (الممتحنة 8:60)

دوسرے مقام پر ہے: ''یا جو تمھارے پاس اس حالت میں آئیں کہ تم سے جنگ کرنے سے بھی تنگ دل ہیں اور اپنی قوم سے بھی جنگ کرنے سے تنگ دل ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انھیں تم پر مسلط کر دیتا اور وہ تم سے یقیناً جنگ کرتے، لہٰذا اگر یہ لوگ تم سے کنارہ کشی اختیار کرلیں اور تم سے لڑائی نہ کریں اور تمھاری جانب صلح کا پیغام بھیجیں تو اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے ان پر کوئی راہ لڑائی کی نہیں رکھی۔'' (النسآء 90:4)

⑤ جن لوگوں سے لڑنا اور قتال و جہاد کرنا ہے، ان کا ذکر آگے آئے گا، لیکن ان کے خاندان کے کئی افراد ایسے ہیں جن کو قتل کرنا اور مارنا اسلام

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



کے اندر ممنوع وحرام ہے، مثلاً: بچے، بوڑھے، عورتیں اور مزدور، نیز ان کی طرف سے آنے والے ایلچی کو بھی مارا نہیں جاسکتا۔ دلائل یہ ہیں:

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: «نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ» ''رسول اکرم ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے'' (صحیح البخاری: 3015)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی لشکر کو روانہ کرتے تو فرماتے: ''اللہ کے نام، اللہ کی مدد اور رسول ﷺ کے حکم کے مطابق جاؤ۔ (یاد رکھنا) کسی بوڑھے آدمی، شیر خوار، نابالغ بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا۔

مسیلمہ کذاب کے ایلچیوں کو مخاطب کرکے آپ ﷺ نے فرمایا تھا: «أَمَا وَاللّٰهِ لَوْلَا أَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ لَضَرَبْتُ أَعْنَاقَكُمَا» ''اللہ کی قسم! اگر یہ قانون نہ ہوتا کہ ایلچی قتل نہیں کیے جاسکتے تو میں تم دونوں کی گردنیں اڑا دیتا۔''

(سنن أبي داود: 2461)

لڑائی کن غیر مسلموں سے ہوگی

گزشتہ بحث کی روشنی میں غیر مسلموں کی کثیر تعداد لڑائی اور جنگ کے زمرے سے خارج ہو جاتی ہے۔ باقی فقط وہی بچتے ہیں جو مسلمانوں کو ظلم وتشدد کا نشانہ بناتے، ان کو دین پر آزادانہ عمل درآمد سے روکتے، ان سے کیے ہوئے معاہدوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے انھیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے، اور ان کے خلاف سازشیں کرتے اور اسلام کو مٹانے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے لڑنے کا حق عقلی اور شرعی دونوں اعتبار سے مسلم ہے۔ دلائل ملاحظہ فرمائیں۔ ارشاد ربانی ہے: ''ان لوگوں کو (جہاد) کی اجازت مرحمت فرما دی گئی ہے جن کے خلاف لڑا جاتا ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور بلاشبہ رب تعالیٰ ان کی نصرت پر خوب قادر ہے۔ وہ لوگ کہ جنھیں ان کے اپنے گھروں سے ناحق نکالا گیا، صرف یہ کہنے پر کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کا لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے سے ہٹانا نہ ہوتا تو (راہبوں کے) جھونپڑے، (عیسائیوں کے) گرجے، (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے، ضرور ڈھا دی جاتیں اور اللہ تعالیٰ لازماً اس شخص کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرے گا۔ اس بات میں ذرا بھی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ خوب قوت والا اور سب پر غالب ہے۔'' (الحج 22:93-40)

''اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو صرف کفار کے خلاف جہاد بالسیف کی اجازت ہی نہیں دی گئی بلکہ پروردگار عالم نے جہاد اسلامی کے سارے فلسفے کو ان چند سطروں میں سمو دیا ہے۔ آیت کریمہ کا منشا یہ ہے کہ وہ مظلوم جن کے خلاف دشمنوں نے ایک عرصہ سے یک طرفہ جنگ شروع کر رکھی ہے اور انھیں جواب میں تلوار اٹھانے کی اب تک اجازت نہ تھی اب ان کے صبر کا امتحان ختم ہو گیا ہے۔ اب ان کو بھی اجازت دی جا رہی ہے کہ وہ دشمن کو اینٹ کا جواب پتھر سے دیں۔ ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کر دی گئی ہے

اللہ کے نام، اللہ کی مدد اور رسول ﷺ کے حکم کے مطابق جاؤ۔ (یاد رکھنا) کسی بوڑھے آدمی، شیر خوار، نابالغ بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا

کہ مسلمانوں کو یہ اجازت اس لیے دی جا رہی ہے کہ اُن پر مظالم کے پہاڑ توڑے گئے، انھیں ستایا گیا، اذیتیں دی گئیں اور آخر کار انھیں مجبور کر دیا گیا کہ وہ اپنا سب کچھ چھوڑ کر اپنے وطن عزیز سے ہجرت کر جائیں۔ جس جرم کی ان کو اتنی کڑی سزا ملی وہ صرف یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا پروردگار یقین کرتے تھے۔ یہ آیت کریمہ جہادِ فی سبیل اللہ کو بھی بیان کر رہی ہے کہ جو لوگ خدا کی زمین پر خدا کا نام لینے والوں کو برداشت نہیں کرتے اگر اللہ تعالیٰ انھیں اپنی ظالمانہ کارروائیوں کو جاری رکھنے کی کھلی چھٹی دے دیتا تو وہ روئے زمین پر کسی ایسے گھر کو باقی نہ رہنے دیتے جو خدا کے ذکر کے لیے قائم ہوا تھا۔'' (ضیاء النبی: 552/7)

مقاصد جہاد

یہاں جہاد فی سبیل اللہ کے دو بنیادی مقاصد بیان کیے جا رہے ہیں: ① ظلم کا خاتمہ ② اللہ کے کلمے کی سربلندی۔

قرآن مجید نے اسلامی جنگوں اور قتال کا محور انھی دونکتوں کو قرار دیا ہے۔ پہلا مقصد حسب ذیل آیات میں ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ''اور تمھیں کیا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں ان

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو کہتے ہیں: ''اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لیے خود اپنے پاس سے حمایتی مقرر فرما دے اور ہمارے لیے خاص اپنے پاس سے مددگار بنا۔'' (النسآء 75:4)

دوسرے مقام پر فرمایا: ''اور انھیں (کفارِ مکہ کو) قتل کرو جہاں انھیں پاؤ اور انھیں وہاں سے نکالو جہاں سے انھوں نے تمھیں نکالا ہے اور (سنو) فتنہ قتل سے زیادہ سخت ہے اور مسجد حرام کے پاس ان سے لڑائی نہ کرو جب تک کہ یہ خود تم سے نہ لڑیں تو تم بھی انھیں مارو، کافروں کا بدلہ یہی ہے۔'' (البقرة 191:2)

ایک دوسرے مقام پر ارشادِ ربانی ہے: ''اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کر دیا گیا ہے۔'' (البقرة 178:2) سورۂ بقرہ ہی میں ارشاد ہے: ''اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور تم زیادتی نہ کرو۔'' (البقرة 190:2)

اللہ کے کلمے کی سربلندی

یعنی وہ لوگ جو بے دین ہیں، ان کے نزدیک حلال وحرام کی کوئی تمیز نہیں، ظلم کرنا ان کا وتیرہ اور ستم ڈھانا ان کا معمول ہے۔ اسی طرح وہ لوگ جو دین کے نام پر زمین میں فساد برپا کرتے ہیں، ان سب کو جہاد کے ذریعے زیر کرنا اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾ ''اور تم ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے اور سارے کا سارا دین اللہ ہی کا ہو۔'' (الأنفال 39:8)

دوسرے مقام پر فرمایا: ''اور ان لوگوں سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین صرف اللہ کے لیے ہو جائے۔'' (البقرة 193:2)

سورۂ توبہ میں ارشاد ہے: ''لڑو ان لوگوں سے جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں نہ یوم آخرت پر اور اللہ اور اس کے رسول کی حرام ٹھہرائی ہوئی چیزوں کو بھی حرام نہیں سمجھتے اور نہ دینِ حق کو اختیار کرتے ہیں۔'' (التوبة 29:9)

فتنہ کے خاتمے اور کلمۃ اللہ کی بلندی کا مفہوم بیان کرتے ہوئے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''ہم نے رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں (فتنہ کے خاتمے کے لیے) جہاد کیا تھا، اس طرح کہ اسلام کے پروانے ابھی تھوڑے ہی تھے، چنانچہ انھیں ان کے دین کے سبب فتنہ میں مبتلا کیا جاتا لوگ یا تو انھیں قتل کر ڈالتے یا پھر ایذائیں دیتے رہتے، یہاں تک کہ اسلام پھیل گیا اور فتنہ ختم ہو گیا۔'' (صحيح البخاري: 4650,4514,4513)

درج بالا آیات میں لفظ فتنہ (Persecution) کے معنی میں استعمال ہوا ہے جس کا مطلب مذہبی بنیادوں پر کسی کو ظلم وتشدد کا نشانہ بنانا ہے۔ جبکہ اسلام قبول کرنے کے نتیجے میں مخالفین نے مسلمانوں کے ساتھ یہی رویہ اختیار کیا جسے ختم کرنے کے لیے لڑائی کی اجازت دی گئی، چنانچہ جب یہ مذہبی جبر ختم ہو جائے اور لوگ مسلمان کو بحیثیت مسلمان تسلیم کر کے دین اسلام پر عمل کرنے کی اجازت دے دیں تو فتنہ (Persecution) کا خاتمہ ہو جائے گا، نیز اس کے نتیجے میں کلمۃ اللہ کی بلندی بھی خود بخود ہو جائے گی۔

متذکرہ تمام آیاتِ مبارکہ میں بنیادی باتیں دو ہی ہیں جن کی میں نے نشاندہی کی ہے۔ علمائے کرام نے الگ الگ عنوان قائم کر کے جہاد کے مقاصد کی تعداد زیادہ بتائی ہے۔

قرآن مجید سے ایک تیسرا مقصد بھی معلوم ہوتا ہے اور وہ ہے جنگ بندی کی عہد شکنی، یعنی اگر کوئی قوم مسلمانوں کے ساتھ جنگ بندی کے کیے ہوئے معاہدوں پر پورا نہیں اترتی تو انھیں اس جرم کی سزا دینے کے لیے جہاد وقتال روا رکھا گیا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ''اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمھارے دین میں طعن کریں تو کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو، بلاتردّد ان کی قسمیں غیر معتبر ہیں تاکہ وہ باز آجائیں۔ کیا تم ان سے نہ لڑو گے جنھوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں اور رسول ﷺ کو نکالنے کا ارادہ کیا اور تم سے اولاً لڑائی کی۔ کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ جبکہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔ ان سے لڑو اللہ انھیں تمھارے ہاتھوں سے عذاب دے گا اور انھیں رسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمھاری مدد کرے گا اور مومن قوم کے سینوں کو شفا بخشے گا۔ اور ان کے دلوں کا غصہ دور کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے توبہ کی توفیق دیتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا کمال حکمت والا ہے۔'' (التوبة 9:12-15)

بقیہ: صفحہ نمبر 60 پر

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



عبدالمالک مجاہد

معرکہ یمامہ کی سرزمین میں چند گھنٹے

یمامہ کے علاقے کی سیر کا روح پرور تذکرہ چیف ایڈیٹر کے اچھوتے قلم سے

قارئین کرام! تاریخ کے اوراق پلٹتے ہیں اور قدرے تفصیل سے مسیلمہ کذاب کے بارے میں کچھ مزید جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ مؤرخین کرام نے معرکہ یمامہ پر بہت زیادہ لکھا ہے۔ میں تو یہاں بڑے اختصار کے ساتھ اور نہایت قابل ذکر واقعات ہی ذکر کر رہا ہوں۔ پہلے گزر چکا ہے کہ بریگیڈیر جاوید اشرف صاحب کی معیت میں ہم نے سرزمین یمامہ کا سفر کیا تھا۔

10 جنوری 2015ء کو جب ہم بریگیڈیر صاحب کے گھر سے روانہ ہوئے تو ہمارے اس قافلے کے اصل رہبر جناب عبد الحمید قادری صاحب تھے۔ جبیلہ پہنچتے ہی انھوں نے برلب سڑک ایک چھوٹی سی دیوار کے ساتھ گاڑی کھڑی کرنے کا حکم دیا۔ ہم سب گاڑیوں سے اترے تو ہمارے سامنے ایک پرانا قبرستان تھا۔ بہت ہی پرانا قبرستان، صدیوں پرانا جس کی قبریں اب ٹوٹ چکی ہیں۔ ان کی مرمت نہیں کی جاتی، نہ ہی ان پر محرم کے دنوں میں مٹی ڈالی جاتی ہے، کیونکہ اسلامی شریعت میں کوئی ایسا حکم نہیں پایا جاتا۔ قبروں پر مٹی ڈالنے والی یہ رسم جسے میں بدعت کہوں گا، نہ جانے ہمارے برصغیر میں کہاں سے آ گئی۔ اسلام کی تعلیمات تو یہ ہیں کہ قبریں وقت کے ساتھ ساتھ اگر مٹ جائیں تو انھیں مٹنے دیا جائے۔

ہمیں بتایا گیا کہ یہ ان سیکڑوں شہداء صحابہ کرام کا قبرستان ہے جو مسیلمہ کذاب کی فوجوں کے خلاف جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔ یہ ان مردان حق کی قبریں ہیں جنھوں نے عقیدہ ختم نبوت کے لیے اپنی جانیں قربان کر دیں۔ ڈاکٹر احمد الہاشمی بہت جذباتی، گلوگیر اور رندھی ہوئی آواز میں ان شہدائے کرام کا ذکر کر رہے تھے۔ اب تو یہاں بڑی کھلی شاہراہ بن گئی ہے۔ قبرستان خاصی نشیبی جگہ پر ہے۔ یمامہ کا محاذ جنگ بہت لمبا چوڑا تھا۔ بلاشبہ کتنے ہی مربع میل تک پھیلا ہوا یہ علاقہ اب بھی اس

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



معرکے کی یاد دلاتا ہے۔

یمامہ کی سرزمین سے مسیلمہ رسول اللہ ﷺ کی حیاۃ طیبہ کے آخری دور میں بنو حنیفہ کے بارہ اشخاص پر مشتمل ایک وفد کے ساتھ مدینہ طیبہ آتا ہے۔ وفد کے لیڈر کا نام سلمٰی بن حنظلہ ہے۔ یہ لوگ انصار کی ایک عورت مسلمہ بنت حارث کے گھر آ کر ٹھہرتے ہیں۔ خاتون نے ان کی ضیافت کی۔ صبح و شام ان کی ضیافت روٹی گوشت، دودھ اور کھجوروں سے ہوتی تھی۔ جب یہ لوگ مسجد نبوی میں آئے تو مسلمان ہو گئے۔ مسیلمہ کو اپنی رہائش گاہ پر ہی چھوڑ آئے۔ جب انھوں نے واپسی کا ارادہ کیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے انھیں چاندی کے پانچ پانچ اوقیے عطیہ دیا اور مسیلمہ کے لیے بھی اتنا ہی عطیہ دیا کیونکہ انھوں نے آپ ﷺ سے کہا تھا کہ وہ ان کی قیام گاہ میں موجود ہے۔ یہ اللہ کے رسول ﷺ کا اعلیٰ اخلاق تھا کہ آپ نے مسیلمہ کو بھی عطیہ مرحمت فرمایا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ تم سے مقام و منزلت کے لحاظ سے کمتر نہیں۔

مسیلمہ کذاب نے مسلمان ہونے سے انکار کیا اور کہا: اگر محمد ﷺ اپنے بعد حکومت مجھے دے جائیں تو میں ان کی پیروی کرلوں گا۔ اللہ کے رسول ﷺ کے ہاتھ میں کھجور کی ٹہنی کا ایک ٹکڑا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو مجھ سے کھجور کی ٹہنی کا یہ ٹکڑا بھی مانگے تو یہ بھی میں تجھے نہیں دوں گا۔

اللہ کے رسول ﷺ نے ایک خواب دیکھا جس کے راوی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا۔ میں نے اپنے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن دیکھے۔ تو ان کنگنوں کی موجودگی کے باعث میں قدرے پریشان ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حالت نیند ہی میں مجھے وحی کی کہ آپ انھیں پھونک ماریں تو یہ اڑ جائیں گے۔ میں نے پھونک ماری تو وہ اڑ گئے۔ اس کی تاویل میں نے یہ کی کہ میرے بعد دو کذاب ظاہر ہوں گے، ایک اسود عنسی اور دوسرا مسیلمہ۔

بعض روایات کے مطابق مسیلمہ نے اسلام قبول کرلیا تھا، لیکن جب بنو حنیفہ کا وفد واپس یمامہ پہنچا تو اللہ کا یہ دشمن مرتد ہو گیا اور اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ کہنے لگا: میں محمد ﷺ کے ساتھ کار نبوت میں شریک ہوں۔ جو وفد مدینہ سے آیا تھا اس میں رجال بن عنفوہ بھی تھا۔ یہ مسلمان ہونے کے بعد کچھ عرصہ اللہ کے رسول ﷺ کی صحبت میں بھی رہا۔ کچھ قرآن بھی سیکھا۔ یہ بدبخت بھی مرتد ہو گیا۔ اس نے مسیلمہ کے حق میں جھوٹی گواہی دی کہ رسول اللہ ﷺ نے میری موجودگی میں مسیلمہ کو کار نبوت میں شریک کرلیا تھا۔ اسے جو قرآن یاد تھا اس میں سے کچھ حصہ مسیلمہ کو پہنچا دیا۔ اس کذاب نے ان قرآنی آیات کو اپنی طرف منسوب کرلیا۔ اس کی اس حرکت سے بنو حنیفہ میں بڑا فتنہ پیدا ہوا۔

اللہ کے رسول ﷺ کے پاس ابن نواحہ اور ابن اثال مسیلمہ کے ایلچی بن کر مدینہ شریف آئے تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: کیا تم دونوں یہ گواہی اور شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ وہ کہنے لگے: ہم گواہی دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر میں کسی ایلچی کو قتل کرتا ہوتا تو تم دونوں کو ضرور قتل کر دیتا۔ مگر اس کے برعکس ایک اور منظر دیکھتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کے ایلچی حبیب بن زید رضی اللہ عنہ مسیلمہ کے پاس جاتے ہیں۔ یہ مشہور صحابیہ سیدہ ام عمارہ نسیبہ بنت کعب کے صاحبزادے تھے۔ ان کے پاس اللہ کے رسول ﷺ کا نامۂ مبارک تھا۔ مسیلمہ نے ان کو اپنے اوپر ایمان لانے کی دعوت دی' مگر انھوں نے بڑی جرأت اور قوت کے ساتھ اس کی دعوت کو رد کر دیا۔ اس کے منہ پر صاف کہہ دیا کہ وہ اس کو نبی تسلیم نہیں کرتے۔ مسیلمہ نے ان پر تشدد و تعذیب کا حکم جاری کیا۔ ان کو بری طرح مارا اور پیٹا گیا۔ یہ تعذیب اتنی سخت تھی کہ اسے کوئی صاحب ایمان اور صاحب عقیدہ شخص ہی برداشت کر سکتا ہے۔ اس مار پیٹ کے بعد انھیں ایک بار پھر مسیلمہ کے روبرو پیش کیا جاتا ہے۔ ان دونوں کے درمیان کچھ اس طرح مکالمہ ہوتا ہے۔

مسیلمہ کذاب: أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ؟ ''کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟''

حبیب بن زید: «لَا أَسْمَعُ» ''مجھے تمھاری بات سنائی نہیں دے رہی۔''

مسیلمہ کذاب: «أَتَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ؟» ''کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں؟''

حبیب بن زید: «أَشْهَدُ أَنَّهُ رَسُولُ اللّٰهِ» ''(ہاں) میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر
ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



رسول ہیں۔''

مسیلمہ کذاب: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟

حبیب بن زید: میں نے تمھاری بات نہیں سنی۔

مسیلمہ کذاب: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں؟

حبیب بن زید: ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

مسیلمہ غصے سے بے قابو ہو جاتا ہے کہ جب میں اپنے رسول ہونے کی بات کرتا ہوں تو تو کہتا ہے: میرے کان تمھاری بات نہیں سنتے اور جب محمد ﷺ کے رسول ہونے کی بات کرتا ہوں تو تو کہتا ہے: ہاں! میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

وہ غصے سے دہاڑتے ہوئے بولا: حبیب کے جسم کا ایک ایک حصہ میرے سامنے کاٹا جائے۔ جلاد آگے بڑھتا ہے، اس مظلوم کے جسم کو کاٹنا شروع کر دیتا ہے۔ مسیلمہ کہہ رہا ہے: اب بھی باز آجاؤ، تمھاری جان بچ سکتی ہے، مگر حبیب بن زید کا ایمان تو کوہ ہمالیہ سے بھی بلند و بالا ہے۔ فرماتے ہیں: یہ تو ایک جان ہے، اگر ایسی ہزاروں جانیں ہوں تو وہ بھی محمد ﷺ کے دین پر قربان ہیں۔ جسم کے اعضاء کٹ کٹ کر گر رہے ہیں، مگر ان کی زبان سے بلند آواز میں ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کے مقدس کلمات جاری ہیں۔

قارئین کرام! ایسے ہی مواقع پر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی نصرت اور مدد فرماتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا﴾ ''جن لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر استقامت اختیار کی۔'' جسم کا ایک ایک عضو کٹ جائے، پروا نہیں ہے۔ جان تو ایک ہی بار نکلنی ہے پھر ہمیشہ ہمیشہ کی جنتیں ہیں۔ پھر اس استقامت اختیار کرنے والوں کو صلہ یہ ملتا ہے: ﴿تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ﴾ ''ان پر رحمت کے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔'' جو ان کو خوشخبریاں دیتے ہیں اور کہتے ہیں: ﴿أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ﴾ ''ڈرو نہیں، غم نہ کرو، تمھیں ہم اس جنت کی بشارت دیتے ہیں جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔'' (حٰمٓ السجدۃ 30:41)

> حبیب صبر و استقامت کا پہاڑ بنے ہوئے ہیں۔ ایک متکبر، باغی اور طاغی کی پوری قوت اور طاقت بھی انھیں عقیدہ ختم نبوت سے پیچھے نہیں ہٹا سکی۔

حبیب صبر و استقامت کا پہاڑ بنے ہوئے ہیں۔ ایک متکبر، باغی اور طاغی کی پوری قوت اور طاقت بھی انھیں عقیدہ ختم نبوت سے پیچھے نہیں ہٹا سکی۔ بلاشبہ سیدنا حبیب رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے مگر آنے والی نسلوں کو یہ پیغام دے گئے کہ ختم نبوت کے لیے بڑی سے بڑی قربانی بھی دی جا سکتی ہے۔

سیدنا حبیب بن زید رضی اللہ عنہ کی والدہ سیدہ نسیبہ رضی اللہ عنہا بڑی ہی عظیم خاتون تھیں۔ یہ کوئی عام خاتون نہ تھیں۔ غزوۂ احد میں اللہ کے رسول ﷺ کا دفاع کرنے والوں میں مردوں کے شانہ بشانہ ام عمارہ نسیبہ بنت کعب رضی اللہ عنہا بھی پیش پیش تھیں۔ وہ چند مسلمانوں کے درمیان لڑتی ہوئی ابن قمئہ کے سامنے آگئیں، اس نے ان کے کندھے پر تلوار ماری جس سے ان کو گہرا زخم آیا۔ انھوں نے ابن قمئہ کو اپنی تلوار کی کئی ضربیں لگائیں لیکن وہ دشمن خدا دو زرہیں پہنے ہوئے تھا۔ انھیں اس روز بارہ زخم آئے۔ سیدنا حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کو جنم دینے والی یہ خاتون بڑی عظیم ماں تھیں۔ جب انھیں مسیلمہ کے ہاتھوں اپنے بیٹے کی شہادت کی خبر ملی تو ام عمارہ نہ روئیں نہ چلائیں۔ انھوں نے بڑے عزم اور جرأت کے ساتھ فرمایا تھا: «لِمِثْلِ هٰذَا أَعْدَدْتُّهُ وَعِنْدَ اللّٰهِ احْتَسَبْتُهُ» ''اسی طرح کے کارناموں کے لیے تو میں نے اپنے بیٹے کو تیار کیا تھا۔ میں تو اپنے رب تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید رکھتی ہوں۔''

قارئین کرام! یہ عظیم ماں اپنے بیٹے حبیب رضی اللہ عنہ پر ہونے والے ظلم و ستم کو کبھی بھولی نہیں۔ جب سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ معرکہ یمامہ کے لیے روانہ ہوئے تو لشکر اسلامی کے ساتھ یہ عظیم ماں بھی اپنے دوسرے بیٹے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ سے نجد کا سفر کرتی ہیں۔ وہ اپنی آنکھوں سے بیٹے کے قاتل کا انجام دیکھنا چاہتی تھیں۔ بالآخر وہ دن

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



آپہنچا جب مرتدین کے سرغنہ اور ختم نبوت کے باغی بنوحنیفہ کے سردار مسیلمہ بن حبیب کو قتل کیا جاتا ہے۔ ان کا بیٹا عبداللہ رضی اللہ عنہ اس دشمن دین کو جہنم رسید کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ مسیلمہ کو اس کے برے انجام تک پہنچانے والے گروہِ صحابہ میں یہ بھی شامل تھے۔ سیدہ ام عمارہ نسیبہ رضی اللہ عنہا بھی اس معرکے میں شدید زخمی ہوتی ہیں۔ اس معرکے میں ان کا ایک ہاتھ کٹ جاتا ہے۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو انھوں نے علاج کے لیے خصوصی طبیب بھیجا جس نے ان کے بازو کو گرم تیل میں داغا۔ سیدہ اپنے انھی زخموں کی تاب نہ لاتی ہوئی کم و بیش ایک سال کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں مدینہ منورہ میں وفات پاتی اور بقیع الغرقد میں دفن ہوتی ہیں۔

قارئین کرام! اوپر والا واقعہ لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے مسلمانوں نے شروع دن ہی سے بڑی بڑی عظیم الشان قربانیاں دی ہیں۔

مسیلمہ کا فتنہ روز بروز بڑھتا ہی چلا گیا۔ بالآخر یہ شخص اپنی قوم کا ہیرو بن جاتا ہے۔ جب اس نے شراب اور زنا کو حلال کیا تو اس کا اپنی قوم میں احترام مزید بڑھ گیا۔ یہ بدبخت اس وقت سو سال سے زیادہ عمر کا تھا مگر اس کے باوجود بڑا قوی البدن تھا۔ عمر کے اس حصے میں بھی یہ قیادت اور سیادت کا متمنی تھا۔ اس کی قوم میں عصبیت اس حد تک آ گئی کہ اس کے قبیلے کے ایک سردار طلحہ النمری نے ایک دن مسیلمہ سے پوچھا: تمھارا اور تمھاری وحی کا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا: مجھے وحی اندھیرے میں آتی ہے۔ طلحہ النمری نے اسے کہا: «أَشْهَدُ أَنَّكَ كَاذِبٌ وَأَنَّ مُحَمَّدًا صَادِقٌ، وَلٰكِنْ كَذَّابُ رَبِيعَةَ أَحَبُّ إِلَيْنَا مِنْ صَادِقِ مُضَرَ» ''میں گواہی دیتا ہوں کہ تم جھوٹے ہو اور محمد ﷺ سچے ہیں لیکن ربیعہ قبیلے کا جھوٹا نبی ہمیں مضر قبیلے کے سچے نبی سے زیادہ پسند ہے۔''

قارئین کرام کی دلچسپی اور معلومات کے لیے عرض ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کا تعلق عرب قبائل کے مشہور سلسلے بنومضر سے تھا اور بنوحنیفہ جو مسیلمہ کذاب کا قبیلہ تھا، اس کا تعلق دوسری مشہور شاخ بنوربیعہ سے تھا۔

مسیلمہ کو اپنی قوم میں اتنی عزت اور شہرت ملی کہ اسے یمامہ کا رحمٰن کہا جانے لگا۔ اس نے اسی دوران میں اللہ کے رسول ﷺ کو ایک خط بھی لکھا: ''اے محمد! مجھے اس کام میں آپ کے ساتھ شریک کر دیا گیا ہے۔ آدھی حکومت ہمارے لیے اور آدھی حکومت قریش کے لیے ہے۔'' اللہ کے رسول ﷺ نے اسے جواب میں لکھا: «بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ، مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللّٰهِ إِلٰى مُسَيْلَمَةَ الْكَذَّابِ، أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ الْأَرْضَ لِلّٰهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ» ''اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے نام، اما بعد! جان لو کہ زمین اللہ کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے، اس کا وارث بناتا ہے اور انجام متقین ہی کے حق میں ہوگا۔''

مسیلمہ کذاب نے اپنے مریدین کو متاثر کرنے کے لیے یہ دعویٰ بھی کیا کہ اس پر بھی وحی نازل ہوتی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا: میں بنوحنیفہ کی ایک مسجد کے پاس سے گزرا تو وہ ایسی قراءت پڑھ رہے تھے جو اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ پر نہیں اتاری۔ قرآن پاک کے بے شمار اعجازات میں یہ بھی شامل ہے کہ اس کا چیلنج ہے کہ ساری دنیا کے جن وانس مل کر بھی قرآن کریم کی ایک سورت نہیں بنا سکتے۔ اب ذرا قرآن کے مقابلے میں جو ہفوات مسیلمہ نے بیان کیں، آیئے ان کی ایک جھلک دیکھتے ہیں۔ غالباً یہ سورت العادیات کے مقابلہ میں بنائی گئی عبارت تھی۔

اور قسم ہے اچھی طرح پیسنے والیوں کی اور آٹا گوندھنے والیوں کی اور روٹی پکانے والیوں کی اور ثرید بنانے والیوں کی اور لقمے لینے والیوں کی۔ ذرا ان الفاظ پر غور کریں۔ کیا ان میں کوئی معنی ومفہوم پایا جاتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ اس کے ان ہفوات کو ذرا سی بھی سمجھ بوجھ رکھنے والے افراد نے فوری طور پر رد کر دیا۔ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اپنے دور کے نہایت ذہین وفطین شخص تھے۔ اسلام لانے سے قبل زمانہ جاہلیت میں وہ مسیلمہ کے پاس گئے تو اس نے عمرو سے پوچھا: ذرا بتائیں، اس وقت تمھارے ساتھی پر کیا کلام اترا ہے؟ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک مختصر مگر نہایت بلیغ اور جامع سورت ان پر نازل ہوئی ہے۔ اس نے کہا: ذرا سناؤ وہ کیا ہے۔ انھوں نے سورۂ عصر سنا دی۔

بقیہ: صفحہ نمبر 46 پر

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر
ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



داعش کا مشرق وسطیٰ میں ظہور خطے میں بڑے کھیل کی جانب واضح اشارہ ہے!

''بڑا کھیل'' مشرق وسطیٰ کیوں منتقل کیا گیا.....؟

ایران اور عربوں کو مسلک کی بنیاد پر لڑا کر اسرائیلی حاکمیت کی راہ ہموار کی جارہی ہے

گزشتہ دنوں جس وقت پاکستان کے وزیراعظم محمد نواز شریف نے سعودی عرب کا دورہ کیا تو بین الاقوامی میڈیا میں اس کی خاصی گونج سنائی دی تھی۔ یہ اہم ترین دورہ ایسے حالات میں کیا جارہا تھا جب جنوبی ایشیا سے لے کر مشرق وسطیٰ تک سیاسی اور فکری بنیاد پر بھونچال آیا ہوا ہے اور یہ بات واضح ہوتی جارہی ہے کہ افغانستان میں امریکی شکست کے بعد ''بڑے کھیل'' کو اب تیزی کے ساتھ مشرق وسطیٰ منتقل کیا جارہا ہے۔ جس وقت افغانستان کے حوالے سے امریکہ نے اپنی واپسی کا اعلان کیا تھا، اس وقت پاکستانی میڈیا میں ایک اصطلاح بکثرت استعمال کی جانے لگی کہ افغان مسئلہ پر ''اینڈ گیم'' (EndGame) کا مرحلہ شروع ہو چکا ہے۔ اس اینڈ گیم کو سابق سوویت یونین کی افغانستان سے ناکام پسپائی سے تشبیہ دی گئی۔ لیکن امریکی حوالے سے اس مرتبہ یہ معاملہ اتنا سادہ نہیں تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کھیل کا اختتام نہیں بلکہ انتقالِ کھیل کا مرحلہ تھا۔ یعنی اس خطے میں افغانستان اور پاکستان پر امریکی مفادات کے حوالے سے دباؤ برقرار رکھ کر کھیل کو مشرق وسطیٰ منتقل کیا جارہا تھا جہاں ایک ایسی تبدیلی لانے کی تیاری آخری مراحل میں تھی جو دنیا کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی ڈھانچے کو بری طرح متاثر کرسکتی ہے۔ یہی وہ ''بنیادی تبدیلی'' ہے جس کے لیے نائن الیون کا ڈرامہ رچایا گیا تھا۔ اسی منصوبے کے تحت پہلے افغانستان کو تاراج کیا گیا، اس کے بعد عراق کو نشانہ بنایا گیا۔ پھر عرب عوام کو ان کی حکومتوں کے خلاف اکسا کر ''عرب بہار'' کا مرحلہ لایا گیا اور اب یہ عرب بہار ایک خونی خزاں میں تبدیل ہوچکی ہے۔ اسی بنیاد پر اب معاملات کو آگے بڑھایا جارہا ہے۔

یہ بڑی ''عالمی تبدیلی'' کیا ہے؟ اس کو سمجھنے کے لیے ہمیں ماضی قریب سے ترتیب وار آگے بڑھنا ہوگا۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ اس تبدیلی کے لیے سب سے بڑے آلہ کار کے طور پر امریکہ



اور برطانیہ کا کردار اہم ترین رہا ہے۔ نائن الیون کے ڈرامے کے دو بڑے مقاصد تھے۔ ایک مشرق وسطیٰ میں آنے والی اس ''بڑی تبدیلی'' کے راستے میں کھڑی ہونے والی مسلم مزاحمت کی ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' کے نام پر کمر توڑنا اور دوسرے افغانستان کے راستے وسطی ایشیا اور بحیرۂ قزوین (کیسپین) کے گردونواح کی مائع دولت پر ہاتھ صاف کر کے ان وسائل کو روس اور چین کے خلاف استعمال کرنا تھا۔ جہاں تک دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر اسلام کے خلاف صلیبی صہیونی اتحاد کی جنگ کا تعلق ہے تو وہ مسلم مزاحمت کی کمر تو نہ توڑ سکے لیکن مسلم دنیا پر مسلط بعض حکمرانوں کی مدد سے اسے کمزور کرنے میں ضرور کامیاب ہوئے۔ پرویز مشرف ایسے ہی حکمرانوں کا سرخیل تھا جس نے ڈالروں کے عوض 369 پاکستانیوں کو امریکہ کے ہاتھ فروخت کیا۔ دوسری جانب روس کی پالیسیوں اور طالبان کے ہاتھوں بری طرح پٹنے کے بعد وسطی ایشیا اور بحیرہ قزوین کے وسائل پر تصرف کا خواب چکنا چور ہوگیا۔ افغانستان میں قدم جمانے کی خاطر اور اس خواب کو حقیقت کا روپ دینے کے لیے امریکہ نے پاکستان میں مشرف کو خوب استعمال کیا۔ سی آئی اے کو وطن عزیز میں سرگرمیوں کی کھلی چھٹی دینا، ڈرون طیاروں کے لیے اڈوں کی فراہمی، لال مسجد آپریشن کے ذریعے اسلامی قوتوں کو بھڑکانا تاکہ یہ آگ پاکستان کے مفادات کو جلا کر رکھ دے، پاکستان کے تعلیمی نظام پر ضرب لگانے کے لیے اسے آغا خانیوں کے سپرد کرنا۔ پاکستانی قوم کو اقتصادی لحاظ سے بدحال کرنے کے لیے قومی منافع بخش اداروں کی نجی سیکٹر میں لوٹ سیل لگانا سب ایک ہی عوامل کے گرد گھومتے ہیں۔ کھیل کے اگلے حصے میں پیپلز پارٹی کو مشرف کے ساتھ

امریکہ نے ایران کی جوہری صلاحیتوں کو بڑھا چڑھا کر عربوں کو خوفزدہ کیا اور امریکہ اور عراق میں اٹھنے والے مالی خسارے کو عرب ملکوں کے ذریعے ہتھیاروں کی خریداری سے اس نقصان کو پورا کرنے کی کوشش کرتا رہا

اقتدار میں شریک کرانا ٹھہرا۔ اس مقصد کے لیے بے نظیر بھٹو اور مشرف کے درمیان بدنام زمانہ این آر او کرایا گیا۔ پاکستان کے کچھ ''سیاستدانوں'' اور مشرف کو اس بات کا اندازہ ہوگیا تھا کہ امریکہ کو راضی رکھنے کے لیے اسرائیل کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھانا ضروری ہے، یہی اقتدار میں دوام کی سب سے بڑی ضمانت بن سکتا ہے، اس لیے مشرف کی پہلے اسرائیلی وزیراعظم شیرون اور اس کے بعد وزیر دفاع ایہود باراک سے ''اتفاقیہ'' ملاقاتیں بھی ہوئی تھیں۔ لیکن سیاسی بصیرت کی حامل بینظیر بھٹو نے نواز شریف کے ساتھ بھی میثاق جمہوریت کیا اور پاکستان آنے کے بعد انھیں انتخابات میں حصہ لینے کے لیے تیار کرلیا تاکہ مستقبل میں مشرف سابق صدر غلام اسحاق خان ثابت نہ ہو۔ لیکن یہ بات رچرڈ باؤچر اور کونڈولیزا رائس کے ذریعے بنائے جانے والے اس منصوبے کے خلاف جاتی تھی جس کے تحت امریکہ مشرف کو صدر اور پیپلز پارٹی، ق لیگ، ایم کیو ایم اور اے این پی کو اتحادی جماعتیں دیکھنا چاہتا تھا۔ مرکز، سندھ اور بلوچستان میں پی پی کی حکومتیں بننا تھیں، پنجاب قاف لیگ کے حوالے ہونا تھا جبکہ اے این پی کو خیبر پی کے کی ذمہ داری سونپی جانی تھی لیکن نواز شریف کی نون لیگ کے ارکان کا بڑی تعداد میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں پہنچ جانا اس امریکہ نواز بھان متی کے کنبے کے لیے مہلک ثابت ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا خمیازہ محترمہ نے اپنی جان گنوا کر بھگتا۔ آج کسی کو یاد بھی نہیں کہ محترمہ بینظیر بھٹو کے قتل کی تحقیقات بھی ہوئی تھی اور اگر ہوئی تھی تو اس کے نتائج کہاں ہیں؟ مشرف کی تیزی سے گرتی ہوئی ساکھ نے اسے امریکہ کے لیے بے کار ثابت کردیا اور اسے اقتدار سے الگ ہونا پڑا۔ نئے سیٹ اپ میں زرداری گروپ پی پی کے نام پر آگے لایا گیا جس نے ''جمہوریت بہترین انتقام'' قرار دے کر قوم کو بے وقوف بنایا۔ بینظیر کی وزارت عظمیٰ کی موجودگی میں جو کام قاف لیگ کو پنجاب سے پی پی کے لیے کرنا تھا وہ کردار نواز شریف ادا کرنے کے لیے تیار ہوگئے اور مسلسل تین سال تک کرتے رہے۔

اس طرف یعنی پاکستان میں یہ ہو رہا تھا اور دوسری جانب افغانستان میں امریکہ اور اس کے صہیونی صلیبی اتحادی بے سروسامان مجاہدین کے ہاتھوں بری طرح پٹ رہے تھے۔ امریکہ نے افغانستان کی بساط پر علاقائی سطح پر اپنا ہر مہرہ استعمال کیا لیکن اسے ناکامی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوسکا۔ بھارت کی اربوں ڈالر کی سرمایہ کاری بھی اس کے کسی کام نہ آسکی۔

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



امریکی ڈرون طیاروں نے پاکستان کے قبائلی علاقوں میں حملے کرکے ''دہشت گردوں'' کے نام پر ہزاروں بے گناہ پاکستانی موت کے گھاٹ اتار دیے۔ یہ وہ مراحل ہیں جن میں پاکستان کے دفاعی اداروں کے سر سے پانی گزر چکا تھا۔ یہی وجہ ہے امریکہ کے شیطانی منصوبوں کے سامنے بند باندھنے کا مرحلہ شروع ہوا تاکہ ملکی سلامتی کو مزید داؤ پر نہ لگنے دیا جائے۔

اس حوالے سے اگر دیکھا جائے تو یہ سوال اٹھتا ہے کہ امریکہ شمالی وزیرستان اور بلوچستان میں پاکستان کو عسکری کارروائی کرنے پر کیوں مجبور کرتا رہا؟ اس کا سادہ سا جواب ہے کہ امریکہ نے اپنے بغل بچے حامد کرزئی کے گرد امریکی سی آئی اے کے جن افراد کا ایک حصار بنایا تھا وہ اب ٹوٹ رہا تھا۔ منصوبہ یہ تھا کہ امریکہ کے افغانستان سے انخلاء کے بعد افغانستان میں ایک ایسی حکومت قائم ہو جو امریکہ کی منظورنظر ہو اور بعد میں طالبان قوت اس حکومت کو گرا نہ سکے۔ طالبان اس دائرے میں اس لیے شامل نہیں ہوئے کہ امریکہ کے معاملے میں ان کا رویہ غیر لچک دار رہا۔ جس طرح امریکہ نے مرحلہ وار انخلاء سے پہلے اپنی مخصوص پالیسی ترتیب دی، اسی طرح طالبان بھی اپنی مخصوص پالیسی پر اب گامزن تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سی آئی اے کے انتہائی اہم کردار اور حامد کرزئی کے سوتیلے بھائی احمد ولی کرزئی کو مارا گیا۔ اس کے بعد کرزئی کے اہم اور قریبی مشیر جان محمد خان کو بھی ہلاک کردیا گیا۔ جان محمد خان سابق گورنر ارزگان بھی رہا تھا اور اس کے امریکی سی آئی اے سے پرانے اور قریبی روابط تھے۔ کرزئی کے گرد موجود سی آئی اے کے ساتھ روابط رکھنے والی مقامی سرکردہ شخصیات کا طالبان کے ہاتھوں قتل ہونا امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو پریشان کرگیا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ پاکستان پر دباؤ ڈالنے لگا کہ پاکستان شمالی وزیرستان اور بلوچستان میں عسکری کارروائیاں کرے تاکہ افغانستان میں موجود سی آئی اے کے ''بڑے اثاثے'' محفوظ بنائے جاسکیں۔ دباؤ کی اس کیفیت کو برقرار رکھنے کے لیے ہیلری کلنٹن کو بھارت بھیجا جاتا ہے جو بھارتیوں کے ساتھ مل کر پاکستان کو دھمکیاں دیتی نظر آئیں۔ امریکہ میں کشمیری لیڈر غلام نبی فائی کو گرفتار

> پاکستان جیسے ملکوں کے حکمرانوں کے لوٹ مار کے کئی بلین ڈالر ردی کا ڈھیر بننے والے ہیں۔ کیا کبھی اس نکتے پر غور کیا گیا کہ صرف پاکستان کو ہی ہر طرف سے کیوں دبایا جارہا ہے؟

کرکے امریکہ نے مقبوضہ کشمیر کے حوالے سے اپنا موقف واضح کردیا تھا۔ یورپی ممالک میں آزادی کشمیر کے لیے سرگرم کشمیری حلقوں کے خلاف کریک ڈاؤن آخر کیا معنی رکھتا تھا؟ وطن عزیز اور علاقے کی اس تمام صورتحال کو مدنظر رکھ کر اب مشرق وسطیٰ کی اس ''بڑی تبدیلی'' کی جانب آجائیں جس کے لیے یہ تمام تمہید باندھی گئی ہے۔

امریکہ نے ایران کی جوہری صلاحیتوں کو بڑھا چڑھا کر عربوں کو خوفزدہ کیا اور امریکہ اور عراق میں اٹھنے والے مالی خسارے کو عرب ملکوں کے ذریعے ہتھیاروں کی خریداری سے اس نقصان کو پورا کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ ایرانی خطرے کے آگے بند باندھنے کے نام پر عرب ممالک اب تک امریکہ کو ڈیڑھ سو بلین ڈالر کے ہتھیاروں کا آرڈر دے چکے تھے جو اس کی ڈوبتی معیشت کو سہارا دینے کے لیے کافی تھا۔ اس صورتحال کو سامنے رکھ کر اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ امریکہ اور اسرائیل احمق ہی ہوں گے جو ایران پر حملہ کرتے۔ شام اور یمن کا عوامی انقلاب نکتہ عروج پر پہنچ چکا تھا۔ عراق، شام، لبنان کی حزب اللہ اور بحرین کے معاملے میں ایران اور عرب ملکوں کے درمیان اختلافات کی خلیج وسیع ہوچکی تھی۔ ان اختلافات کی آڑ میں ہی اسرائیل مقبوضہ بیت المقدس میں ہیکل سلیمانی کے نام پر صہیونی شیطانی ہیکل بنانے کا ارادہ رکھتا ہے جس کے لیے تمام تیاریاں مکمل ہوچکی ہیں اور جو خاکم بدہن مسجد اقصیٰ کو منہدم کرکے ہی اس کی جگہ بنایا جانا ہے۔ مسجد اقصیٰ کے نیچے زیر زمین تمام ہیکل پہلے ہی تعمیر کیا جاچکا ہے۔ اب زمین کے اوپر والی عمارت کا کام ہونا باقی ہے۔ منصوبے کے مطابق 2016ء کے آخر میں یہ کام مکمل کرکے بیت المقدس کو یروشلم کے نام سے ''عالمی دارالحکومت'' کا درجہ دے دیا جائے گا۔ عالم عرب میں عوامی مظاہرے اسی لیے کرائے گئے ہیں تاکہ اسرائیل دنیا کو یہ تاثر دے سکے کہ ''انتہا پسند'' اگر عرب حکومتوں پر قابض ہوگئے تو اسرائیل کا وجود ختم ہوجائے گا، اس لیے وہ اپنی سلامتی کے لیے ''پری ایمپٹ''

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



یعنی قبل از وقت حملے کا حق محفوظ رکھتا ہے اور اس وقت دنیا دیکھے گی کہ اسرائیل جدید ٹیکنالوجی کے شاہکار ایسے ہتھیاروں کے ساتھ نمودار ہوگا جو امریکیوں کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہیں۔ ان ہتھیاروں کی بنیاد پر اسرائیل خلیج کے تیل پر قابض ہو جائے گا اور یوں جاپان، چین اور یورپ کی اقتصادی شہ رگ اسرائیل کے ہاتھوں میں آجائے گی اور صہیونی یروشلم عالمی دارالحکومت کہلوانے کا پورا جواز حاصل کرلے گا۔ یعنی جو اہمیت لندن کو حاصل تھی وہ واشنگٹن منتقل ہوئی اور اب یہی اہمیت واشنگٹن سے یروشلم منتقل ہوجائے گی۔ کیا کبھی ہم نے سوچا کہ دنیا میں اچانک سونے کی قیمت اس قدر اوپر کیوں چلی گئی تھی؟ اس لیے کہ کاغذ کی کرنسی کا اب زوال مقصود ہے۔ پاکستان جیسے ملکوں کے حکمرانوں کے لوٹ مار کے کئی بلین ڈالر ردی کا ڈھیر بننے والے ہیں۔ کیا کبھی اس نکتے پر غور کیا گیا کہ صرف پاکستان کو ہی ہر طرف سے کیوں دبایا جارہا ہے؟ یہاں کے عوام کو ہی منصوبہ بندی کے تحت معاشی بدحالی کا شکار کیوں بنایا جارہا ہے؟ اس لیے کہ اس عالمی صہیونی منصوبے میں سب سے بڑی رکاوٹ پاکستان کے جوہری ہتھیار ہیں۔ امریکہ افغانستان میں مرضی کی حکومت لاکر اسے اپنا بیس کیمپ بنا کر مشرق وسطیٰ پلٹنا چاہتا ہے تاکہ ''بڑی تبدیلی'' کے موقع پر پاکستان کو ہلنے نہ دیا جائے۔ لیکن اگر افغانستان میں حسب توقع طالبان کی حکومت قائم ہوگئی تو پاکستان کو مشرق وسطیٰ میں اپنا کردار ادا کرنے سے امریکہ نہیں روک سکے گا۔ سعودی عرب کے جنوب یعنی یمن میں حوثی شیعہ قبائل کی یلغار اور شمال یعنی عراق میں داعش کا ظہور اس حوالے سے خطے کی بدلتی ہوئی صورتحال میں انتہائی اہم موڑ بن چکا ہے۔

گزشتہ دنوں سعودی عرب میں تین اہم ترین مسلم رہنماؤں کو اسی مقصد کے تحت ریاض کے دورے کی دعوت دی گئی تھی۔ پہلے ترکی کے وزیر اعظم رجب طیب اردگان کو ریاض بلایا جاتا ہے۔ اس کے بعد مصر کے عبدالفتاح السیسی ریاض کا دورہ کرتے ہیں اور آخر میں پاکستان کے وزیر اعظم نواز شریف کا دورہ سعودی عرب سب سے زیادہ اہم قرار دیا جاتا ہے جس کے حوالے سے خطے کی سلامتی کے لیے پاکستان کے کردار پر کئی قسم کی آراء اب تک بین الاقوامی میڈیا میں زیر بحث آچکی ہیں۔ ان حالات کو سامنے رکھ کر اندازہ لگانے کی کوشش کریں کہ کیا ہمارے حکمران ان معاملات کی گرد کو بھی پہنچ سکتے ہیں؟ کیا نام نہاد اپوزیشن جماعتیں یا سیاسی اسلامی جماعتیں ان حالات کا سامنا کرنے کی قدرت رکھتی ہیں جو جنوبی ایشیا اور مشرق وسطیٰ میں برپا ہو چکے ہیں؟

قومی سلامتی کے مقتدر اداروں کو چاہیے کہ جتنی جلد ہوسکے، آنے والے خطرات کا سامنا کرنے کے لیے ایسے اقدامات ہنگامی انداز میں کریں جو خطے میں آنے والی اس ''بڑی تبدیلی'' کے پیش نظر ہماری سلامتی کے ضامن بن سکیں۔ ہم چاہے اس کا حصہ بنیں یا نہ بنیں لیکن دشمن ہمیں اس کا حصہ سمجھ کر ضرور زک پہنچائے گا.....!

بقیہ: معرکہ یمامہ کی سرزمین میں

مسیلمہ نے کچھ دیر سوچا، پھر سر اٹھایا اور کہنے لگا: مجھ پر بھی اس جیسی ایک سورت نازل ہوئی ہے۔ عمرو نے اس سے پوچھا: وہ کیا ہے؟ مسیلمہ نے کہا: وہ اس طرح ہے: «يَا وَبْرُ يَا وَبْرُ» إِنَّمَا أَنْتَ أُذُنَانِ وَصَدْرٌ» وَسَائِرُكَ حَفْرٌ نَقْرٌ» مسیلمہ نے داد طلب نگاہوں سے عمرو بن عاص کی طرف دیکھا اور کہا: ہاں، عمرو! تمھارا اس سورت کے بارے میں کیا خیال ہے؟ عمرو نے کہا: «وَاللّٰهِ! إِنَّكَ لَتَعْلَمُ أَنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ تَكْذِبُ» ''اللہ کی قسم! تمھیں اچھی طرح معلوم ہے کہ میں جانتا ہوں کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔'' اس پر مسیلمہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بنو حنیفہ کا ایک وفد آیا تو خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اصرار پر انھوں نے آپ کو مسیلمہ کا کچھ کلام سنایا: ''اے مینڈک کی جو دو مینڈکوں کی بیٹی ہے۔ تمھارے لیے پانی صاف ہے۔ تم پانی کو گدلا نہیں کرتی ہو۔ نہ پینے والے کو منع کرتی ہو۔ تمھارا سر پانی میں اور دم کیچڑ میں ہوتی ہے۔''

اب اس قسم کی بے معنی اور فضول گفتگو کو کون سی عقل سلیم ہے جو تسلیم کرے، مگر شیاطین جن وانس ان چیزوں کو اتنا مزین کر کے پیش کرتے ہیں کہ بعض سمجھدار لوگ بھی راہ راست سے بھٹک جاتے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ہر نماز میں سورۃ الفاتحہ لازمی طور پر پڑھیں اور اس میں ہمیں یہ دعا سکھائی ہے: ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ ''اے اللہ! ہمیں سیدھی راہ دکھا۔'' (جاری ہے)

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



اللہ کی پکڑ کب آتی ہے؟

حافظ شبیر صدیق

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ معاملہ رحمت کا ہے۔ وہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ بندے گناہ پر گناہ کرتے رہیں وہ تب بھی انھیں ڈھیل دیتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو بندوں کے گناہوں پر انھیں فوراً سزا دے دے مگر اس کا ڈھیل دینا بھی اس کی رحمت کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اور تیرا رب نہایت بخشنے والا، خاص رحمت والا ہے، اگر وہ انھیں اس کی وجہ سے پکڑے جو انھوں نے کمایا ہے تو یقیناً ان کے لیے جلد عذاب بھیج دے، بلکہ ان کے لیے وعدے کا ایک وقت ہے جس سے بچنے کی وہ ہرگز کوئی پناہ گاہ نہ پائیں گے۔'' (الکھف 58:18) یعنی اللہ تعالیٰ عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ اپنی رحمت کے معاملے کو جاری رکھتے ہوئے ڈھیل دیتا رہتا ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا: ''اور اگر اللہ لوگوں کو اس کی وجہ سے پکڑے جو انھوں نے کمایا تو اس زمین کی پشت پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑے اور لیکن وہ انھیں ایک مقررہ مدت تک مہلت دیتا ہے۔ پھر جب ان کا مقرر وقت آجائے تو بے شک اللہ اپنے بندوں کو ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے۔'' (فاطر 45:35) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو اپنے پاس عرش پر ایک کتاب لکھی اور اس میں یہ بات بھی لکھی: «اِنَّ رَحْمَتِي سَبَقَتْ غَضَبِي» ''بے شک میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔'' (صحیح البخاري: 7422) یعنی اللہ کی رحمت اس کے غصے اور عذاب پر غالب ہے۔ اسی بات کو قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ﴾ ''بے شک اللہ نہیں بدلتا اس (نعمت) کو جو کسی قوم کے پاس ہے یہاں تک کہ وہ خود بدل لیں اس کو جو ان کے دلوں میں ہے۔'' (الرعد 11:13) یعنی ان کے دلوں میں جو ایمان اور فطرت کی نعمت ہے جب تک وہ اسے نہیں بدلتے، اللہ تعالیٰ انھیں عذاب میں گرفتار نہیں کرتا۔

یہ تمام نصوص اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ سب



سے پہلا جو معاملہ ہے وہ رحمت کا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اتنا رحیم ہے تو پھر اس کا عذاب کیوں آتا ہے؟ رحمت کے باوجود ہم کچھ لوگوں کو عذاب میں مبتلا کیوں دیکھتے ہیں؟ اللہ کی پکڑ کب آتی ہے؟ ارشادِ الٰہی ہے: ''پھر جب انھوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا، پس ہم نے ان سب کو غرق کردیا۔'' (الزخرف 55:43) غور وفکر کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو غصہ کب آتا ہے؟ رحمت کرنے کی بجائے، وہ غضب سے دوچار کیوں کرتا ہے؟ قرآن و حدیث کا مطالعہ کرنے سے چند ایسی صورتیں سامنے آتی ہیں جن کی وجہ سے اللہ کی پکڑ آتی ہے۔ ذیل میں ہم اختصار سے ان کا ذکر کرتے ہیں:

① شرک

اللہ تعالیٰ کے غصہ اور اس کی پکڑ کا ایک بنیادی سبب ''شرک'' ہے۔ جب بندہ اللہ کے ساتھ مخلوق میں سے کسی کو شریک ٹھہراتا ہے تو اللہ کو اس پر بہت غیرت آتی ہے۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر فرمایا: ''اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھوں تو میں اپنی تلوار کو ادھر ادھر موڑے بغیر سیدھی تلوار کے ساتھ اسے ماردوں گا۔'' سعد رضی اللہ عنہ کی اس بات کا نبی ﷺ کو پتہ چلا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہوکر فرمایا: ''تم سعد کی غیرت پر تعجب کرتے ہو؟ اللہ کی قسم! میں اس سے زیادہ غیور ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیور ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور باطنی تمام منکرات کو حرام قرار دیا ہے۔'' (صحیح مسلم: 1499) یعنی جس طرح ایک شخص کو اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر شخص کی شراکت پر غصہ آتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کو اپنی الوہیت میں کسی غیر کی شراکت پر بہت غصہ آتا ہے۔ شرک کی نجاست کی بنا پر اللہ تعالیٰ اس آدمی کی تمام نیکیاں ختم کرکے اسے ذلیل و رسوا کردیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی بارے میں تنبیہ کرتے ہوئے اپنے پیغمبر ﷺ سے فرمایا: ''اور بلاشبہ یقیناً آپ کی طرف وحی کی گئی اور ان لوگوں کی طرف بھی جو آپ سے پہلے تھے کہ بلاشبہ اگر تو نے شریک ٹھہرایا تو آپ کا عمل ضرور ضائع ہوجائے گا اور آپ ضرور بالضرور خسارہ پانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔'' (الزمر 65:39)

شرک ایسا جرم ہے جس پر اللہ کو بہت غصہ آتا ہے۔ جو قوم اجتماعی طور پر اس جرم کا ارتکاب کرتی ہے، اللہ اسے ہلاک کردیتا ہے۔ ایسی قوم پر اللہ کی پکڑ آتی ہے اور وہ تباہ و برباد کردی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اور بلاشبہ ہم نے تمھارے ارد گرد کی بستیوں کو ہلاک کردیا اور ہم نے پھیر پھیر کر آیات بیان کیں، شاید وہ لوٹ آئیں۔ پھر ان لوگوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی جنھیں انھوں نے قرب حاصل کرنے کے لیے اللہ کے سوا معبود بنایا؟ بلکہ وہ ان سے گم ہوگئے اور یہ ان کا جھوٹ تھا اور جو وہ بہتان باندھتے تھے۔'' (الأحقاف 28,27:46) درج بالا نصوص سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جو لوگ معبودانِ باطلہ کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں ان پر اللہ کی پکڑ آتی ہے۔ ایسے لوگوں پر دنیا میں بھی مختلف صورتوں میں اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے اور قیامت کے دن بھی انھیں ہولناک عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

② اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا

کسی بھی معاشرے میں ایک دوسرے پر تو جھوٹ بولا ہی جاتا ہے مگر کچھ لوگ ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر بھی جھوٹ باندھتے ہیں۔ جو بات انھیں اچھی لگتی ہے وہ اسے اللہ کی طرف منسوب کرکے لوگوں کو بیان کرنا شروع کردیتے ہیں۔ خصوصاً سوشل میڈیا پر اس قسم کا جھوٹ بہت زیادہ بولا جاتا ہے۔ اپنے پاس سے ایک پوسٹ تیار کرکے نیچے قرآن کی کسی سورت یا حدیث کی کسی کتاب کا حوالہ دے دیا جاتا ہے۔ حقیقت میں اس بات کا نہ قرآن سے کوئی تعلق ہوتا ہے اور نہ حدیث سے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اس قسم کا جھوٹ باندھتے ہیں ان پر بھی اللہ تعالیٰ کو بہت غصہ آتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے حوالے سے اسی بات کو بیان کیا ہے۔ مشرکین مکہ نے جب رسول اللہ ﷺ کو شاعر اور کاہن کہا اور یہ الزام لگایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی طرف سے باتیں بنا کر اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ''اور اگر وہ ہم پر کوئی بات بنا کر لگا دیتا تو یقیناً ہم اس کو دائیں ہاتھ سے پکڑتے۔ پھر یقیناً ہم اس کی جان کی رگ کاٹ دیتے۔'' (الحاقة 46,44:69) اللہ کی طرف جھوٹ منسوب کرنا ایسا جرم ہے کہ اس کا

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



ارتکاب کرنے والوں پر کبھی نہ کبھی اللہ کی پکڑ ضرور آتی ہے۔ انھیں کسی نہ کسی صورت اللہ کے عذاب کا سامنا ضرور کرنا پڑتا ہے۔

③ فحاشی وعریانی

ہر معاشرہ پاکیزہ بنیادوں پر قائم ہو، یہ اسلام کی اولین ترجیح ہے۔ جس معاشرے میں فحاشی پھیل جائے وہ معاشرہ نیست و نابود ہوکر رہ جاتا ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو پاکیزہ ماحول فراہم کرتا ہے مگر بعض اسلام دشمن عناصر اسلامی معاشرے میں فحاشی پھیلانے کے درپے رہتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں بھی فحاشی انتہا درجے کو پہنچ چکی ہے۔ ہمارے ہاں فحاشی پھیلانے میں الیکٹرانک میڈیا کے ساتھ ساتھ سوشل میڈیا کا بھی بڑا اہم کردار ہے۔ اسلامی معاشرے میں فحاشی پھیلانا بھی ایسا فعل ہے جس پر اللہ کی پکڑ آتی ہے۔ فحاشی پھیلانے والے افراد دنیا ہی میں اللہ کے عذاب میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو تنبیہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ ''بے شک جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ ان لوگوں میں بے حیائی پھیلے جو ایمان لائے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔'' (النور 24: 19)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''جب بھی کسی قوم میں فحاشی علانیہ ہونے لگتی ہے تو ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو ان کے گزرے ہوئے بزرگوں میں نہیں ہوتی تھیں۔'' (سنن ابن ماجہ:4019) جس معاشرے میں فحاشی پھیل جاتی ہے وہاں اللہ کی پکڑ کی ایک صورت طاعون جیسی بیماریاں ہیں۔ ان نئی نئی بیماریوں کے بارے میں یہ رائے قائم کرلی گئی ہے کہ ملاوٹ زدہ خوراک کے استعمال کی وجہ سے بیماریاں جنم لے رہی ہیں۔ اس اندیشے کو رد نہیں کیا جاسکتا، تاہم اصل سبب کچھ اور ہے۔ اسی سبب کی نشاندہی رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ حدیث میں فرمائی ہے۔

④ ناپ تول میں کمی

اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور عذاب کو دعوت دینے والے امور میں سے ایک امر ناپ تول میں کمی بھی ہے۔ جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے اللہ تعالیٰ اسے مختلف قسم کے عذابوں میں مبتلا کردیتا ہے۔ کسی سے کوئی چیز لیتے وقت پوری پوری لینا اور دیتے وقت کم کرکے دینا، یہ قبیح فعل شعیب علیہ السلام کی قوم میں بھی پایا جاتا تھا۔ شعیب علیہ السلام نے انھیں سمجھانے کی بہت کوشش کی مگر وہ باز نہ آئے۔

ان کی اس سرکشی کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان پر دردناک عذاب نازل کیا۔ ایک ہفتہ سخت گرمی پڑنے کے بعد ان پر بادلوں کا سایہ کیا گیا۔ جب تمام لوگ بادلوں کو دیکھ کر ان کے سائے میں جمع ہوئے تو ان پر پانی کی بجائے آگ کے شعلوں کی بارش برسائی گئی۔ یہ ان کے اس فعل کی سزا تھی جس سے وہ باز نہیں آتے تھے۔ قرآن نے اسے مختلف جگہ پر بیان کیا ہے۔ (دیکھیے: الشعرآء 26:189) رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''جب کوئی قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے اس کو قحط سالی، روزگار کی تنگی اور بادشاہ کے ظلم کے ذریعے سے سزا دی جاتی ہے۔'' (سنن ابن ماجۃ: 4019)

⑤ زکاۃ کی عدم ادائیگی

اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال میں سے زکاۃ ادا کرنا اہل ایمان پر فرض ہے۔ جو لوگ سال گزرنے کے باوجود اپنے مال میں سے زکاۃ ادا نہیں کرتے قیامت کے دن تو انھیں عذاب ہوگا ہی البتہ دنیا میں بھی وہ اللہ کے عذاب سے دوچار ہوں گے۔ دنیا میں عذاب کی صورت یہ ہے کہ ان کے لیے آسمان سے بارش روک دی جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''جو لوگ اپنے مال کی زکاۃ ادا نہیں کرتے ان پر آسمان سے بارش روک دی جاتی ہے۔ اگر زمین پر جانور اور چرند پرند نہ ہوتے تو انھیں کبھی بارش نہ دی جاتی۔'' (سنن ابن ماجہ: 4019) یعنی اپنے مال کی زکاۃ ادا نہ کرنا بھی ایسا جرم ہے جس پر اللہ کی پکڑ آتی ہے۔

محترم قارئین! جن گناہوں پر اللہ کی پکڑ آتی ہے ہم نے ان میں سے صرف پانچ گناہوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ اور گناہ بھی ہیں جن پر دنیا ہی میں اللہ کی پکڑ کا ذکر ہے۔ بحیثیت مسلمان ہمیں ان تمام گناہوں سے بچ کر زندگی گزارنی چاہیے تاکہ دنیا میں بھی عذاب سے محفوظ رہیں اور قیامت کے دن بھی سرخرو ہوسکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں

سلسلہ قرآن میں مذکور مائیں

والدہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے قصے سے ماخوذ احکام، نصیحتیں اور دروس



آخری قسط

طارق جاوید عارفی

سیدہ مریم علیہا السلام کے قصے میں خواتین کے لیے جہاں پند ونصائح کے متعدد پہلو ہیں وہاں ان کی تربیت اور شرعی رہنمائی کے لیے بھی کئی ایک احکام ہیں۔ ان تمام کا شرح و بسط کے ساتھ احاطہ کرنا اس مختصر مضمون میں ممکن نہیں ہے۔ ہم اختصار کے ساتھ اہم نصائح اور احکام ومسائل کا ذکر کرتے ہیں۔

① سیدہ مریم علیہا السلام کی کفالت کے لیے ہیکل کے کاہنوں میں اختلاف ہوا۔ اس اختلاف کو انھوں نے قرعہ اندازی کے ذریعہ حل کیا۔ اس واقعے سے قرعہ اندازی کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ جب چیز ایک ہو اور اس کے حق کا دعویٰ کرنے والے متعدد ہوں تو اس وقت قرعہ اندازی کے ذریعہ فیصلہ کرنا شریعت کا فیصلہ ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں یہ عنوان قائم کیا ہے: «بَابُ الْقُرْعَةِ فِي الْمُشْكَلَاتِ» ''مشکل معاملات میں قرعہ اندازی کرنے کا بیان۔'' اس عنوان کے تحت انھوں نے کئی ایک احادیث ذکر کی ہیں۔

بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے، انھوں نے قرعہ اندازی کو جوے کی قسم قرار دیا ہے۔ یہ ان کی غلطی ہے۔ البتہ اگر اس مقصد کے لیے قرعہ اندازی کی جائے کہ فلاں کام کروں یا نہ کروں تو یہ قرعہ اندازی نہیں بلکہ بدفالی ہے جو کہ حرام ہے۔

② قرعہ اندازی کا ذکر کرکے قرآن مجید نے اس پر یوں تبصرہ کیا ہے: ﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ﴾ ''یہ غیب کی خبریں ہیں جنھیں ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں، آپ اس وقت ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنے قلم پھینک رہے تھے کہ ان میں کون مریم کی کفالت کرے اور نہ آپ اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔'' (آل عمران 44:3) اس سے پتا چلتا ہے کہ رسولِ کریم ﷺ عالم الغیب نہ تھے ورنہ آپ کی طرف یہ خبریں وحی کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اسی طرح آپ حاضر ناظر بھی نہیں ہیں۔ اگر آپ حاضر ناظر ہوتے تو اللہ تعالیٰ یوں نہ فرماتا کہ اس وقت آپ ان کے پاس موجود نہ تھے۔ نیز انبیائے کرام اور اولیائے عظام بھی غیب دان نہیں ہیں۔ اگر یہ لوگ غیب دان

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



ہوتے تو بیت المقدس کے کاہنوں اور وقت کے پیغمبر سیدنا زکریا علیہ السلام کو قرعہ اندازی کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ یہ عقائد کی واضح اور صاف شفاف باتیں ہیں جنھیں سمجھنا چاہیے اور ان کے متعلق کسی دھوکے کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ اگرچہ مرد وعورت دونوں ضعیف الاعتقادی کا شکار ہوتے ہیں تاہم عورتیں زیادہ اس کی بھینٹ چڑھتی ہیں۔ صوفیت کے لبادے میں ملبوس رِندکو اوٹ پٹانگ حرکات کے باعث صاحب کرامات، غیب دان اور ظاہر و باطن سے شناسا مان لیتی ہیں۔ یوں اپنی عزت و مال لٹوانے کے ساتھ سب سے قیمتی متاع (ایمان) سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتی ہیں۔

③ سیدہ مریم علیہا السلام کو ان کے حجرے میں بے موسم پھل ملتے تھے۔ یہ ان کی کرامت تھی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بعض نیک اور فرمانبردار بندوں کی کرامات کے ذریعے عزت افزائی فرماتا ہے۔ لیکن یہ کرامت سراسر اللہ کے اختیار میں ہوتی ہے، اس نیک شخص یا ولی کا اس پر کچھ اختیار نہیں ہوتا۔ نہ اس کرامت پر کچھ اختیار ہوتا ہے نہ دیگر امور پر کوئی اختیار ہوتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو سیدہ مریم علیہا السلام ولادتِ عیسیٰ علیہ السلام کے موقع پر اور قوم کا سامنا کرتے وقت پریشان نہ ہوتیں۔

④ سیدہ مریم علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ نے پہلے کے جہانوں کی عورتوں پر فضیلت عطا فرمائی اور انھیں اپنے کلمے (سیدنا عیسیٰ علیہ السلام) کی پیدائش کے لیے چن لیا۔ اس موقع پر انھیں بطور خاص حکم دیا گیا: ''اے مریم! اپنے رب کی فرمانبردار بنو، سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔'' (آل عمران 43:3) اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور رکوع وسجود اس کی قربت کا ذریعہ ہیں۔ اس لیے عورتوں کے حاجات کی برآری کے لیے مزاروں، درباروں اور آستانوں پر جھکنے اور زاریاں کرنے کی بجائے اللہ کے حضور رکوع و سجود میں زاری کرنی چاہیے۔ کیونکہ حالت سجدہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا سب سے بڑا مقام ہے۔ یہاں رکوع وسجود سے نماز کی ادائیگی مراد ہے۔ سیدہ مریم علیہا السلام چونکہ بیت المقدس کے ساتھ محراب میں رہتی تھیں اور بیت المقدس کی خادمہ تھیں، اس لیے انھیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ عورتوں کو گھر میں نماز کی پابندی کرنی چاہیے، نیز شرعی آداب اور شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے مسجد میں باجماعت نماز بھی ادا کرسکتی ہیں۔ تاہم افضل یہی ہے کہ عورتیں گھر میں باپردہ ہوکر نماز پڑھیں۔ اس کے باوجود اگر خواتین مسجد میں آنا چاہیں تو ان کے شوہر انھیں روکنے کے مجاز نہیں ہیں۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: «لَا تَمْنَعُوا نِسَاءَ كُمُ الْمَسَاجِدَ وَبُيُوتُهُنَّ خَيْرٌ لَّهُنَّ» ''اپنی عورتوں کو مسجدوں سے مت روکو، مگر ان کے گھر ان کے لیے بہتر ہیں۔'' (سنن أبي داود: 567)

⑤ قانونِ فطرت اور عادتِ عامہ کے خلاف کوئی چیز سامنے آئے تو اس کی علت اور راز کو جاننے کے لیے سوال کیا جاسکتا ہے۔ ایسا سوال احکامِ الٰہی پر اعتراض کے زمرے میں نہیں آتا بلکہ ظاہری اسباب کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے تعجب کے طور پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ سیدہ مریم علیہا السلام کو بیٹے کی بشارت دی گئی تو وہ کہنے لگیں: میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا جبکہ کسی بشر نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا۔ قانون فطرت یہی ہے کہ مرد وعورت کے ملاپ سے بچہ تخلیق پاتا ہے۔ سیدہ مریم چونکہ کنواری تھیں، اس لیے بیٹے کی خوشخبری سن کر انھیں تعجب ہوا کہ ایسا کیونکر ہوگا؟ سیدہ مریم کا یہ طرزِ تعلم بطور تعجب تھا۔ انکار کے طور پر نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب یوں فرمایا: ''اللہ اسی طرح پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ جب وہ کسی کام کا ارادہ کرلیتا ہے تو اس سے یہی کہتا ہے: ہوجا تو وہ ہوجاتا ہے۔'' (آل عمران 47:3)

⑥ انسان کو اگر کوئی چیز خوفزدہ کرے تو اس سے اللہ کی پناہ میں آنا چاہیے۔ اسباب کے تحت کسی انسان کی بھی پناہ لی جاسکتی ہے، لیکن اسباب کی عدم موجودگی میں صرف اللہ تعالیٰ کی پناہ کی جاسکتی ہے۔ اسباب موجود نہ ہونے پر کسی اور (پیر، مرشد، نبی، ولی) سے پناہ کی درخواست کرنا شرک ہے۔ دوسری بات یہ کہ اگر خوف زدہ کرنے والا انسان ہو تو اسے وعظ ونصیحت کرتے ہوئے اللہ کا خوف دلانا چاہیے اور اسے اللہ کا واسطہ دینا چاہیے جیسا کہ سیدنا جبریل علیہ السلام انسانی صورت میں سیدہ مریم علیہا السلام کے پاس گئے تو انھوں نے سمجھا کہ یہ کوئی عام انسان ہے جو دست درازی کی نیت سے میرے پاس آیا ہے، چنانچہ وہ ان سے رحمٰن کی پناہ پکڑنے لگیں: ﴿اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِالرَّحۡمٰنِ مِنۡکَ اِنۡ کُنۡتَ تَقِیًّا﴾.

⑦ بیماری، فقیری یا کسی اور تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا کرنا حرام ہے۔ ارشادِ نبوی ہے: تم میں سے کوئی شخص تکلیف پہنچنے کی وجہ سے

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



موت کی تمنا نہ کرے۔ اگر اسے ضرور ہی موت کی تمنا کرنی ہے تو یوں کہہ لے: «اَللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مَاكَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّي وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّي» ''الٰہی! مجھے اس وقت تک زندہ رکھنا جب تک زندہ رہنا میرے لیے بہتر ہو اور مجھے فوت کر لینا جب وفات میرے لیے بہتر ہو۔'' (صحيح البخاري: 5671) البتہ دین میں فتنے کے ڈر کی وجہ سے موت کی تمنا کی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ سیدہ مریم علیہا السلام نے یہ تمنا کی تھی: ﴿يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا﴾ خواتین میں یہ بات عام طور پر دیکھنے میں آتی ہے کہ وہ پریشانی یا مصیبت کی وجہ سے موت مانگنے لگتی ہیں۔ یہ طرزِ عمل درست نہیں۔ ایسا کرنا اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کے ساتھ قربِ قیامت کی علامت بھی ہے، لہٰذا اس سے احتراز کرنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! دنیا ختم نہیں ہوگی حتیٰ کہ (یہ نوبت آجائے گی کہ) آدمی کسی قبر کے پاس سے گزرے گا تو اس پر گر پڑے گا اور کہے گا: کاش! اس قبر والے کی جگہ پر میں ہوتا۔ وہ دین کے بارے میں پیش آمدہ مشکلات کی وجہ سے ایسا نہیں کرے گا بلکہ دنیوی مشکلات کی وجہ سے کرے گا۔''

(سنن ابن ماجه: 4037)

⑧ اگرچہ انسان کی پیدائش سے قبل اس کا رزق لکھ دیا گیا ہے جو بہرحال اسے مل کر رہنا ہے، لیکن اس رزق کے حصول کے لیے اسباب و ذرائع اور کوشش کا استعمال ضروری اور لازم ہے۔ سیدہ مریم علیہا السلام تنہائی اور بھوک، پیاس کے بعد ولادت کے جاں گسل مرحلے سے گزری تھیں۔ انھیں کھانے کے لیے کسی مقوی غذا کی ضرورت تھی۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے کھجور کے درخت کا بندوبست فرما دیا۔ لیکن کھجوروں کے حصول کے لیے انھیں کوشش کرنے کا حکم دیا۔ فرمایا: ''کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ وہ تم پر پکی ہوئی تازہ کھجوریں گرائے گی۔'' (مریم 25:19) اس لیے تقدیر پر بھروسا کر کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ جانا چاہیے بلکہ حصولِ رزق کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ رازق و رزاق ہے، وہ ضرور رزق سے نوازے گا۔

⑨ ولادت کی کمزوری سے دوچار نفاس والی عورتوں کے لیے تروتازہ کھجوروں سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ تمام اطباء ولادت کی کمزوری کے لیے تازہ پکی ہوئی کھجور کے مفید ہونے پر متفق ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کے لیے اس کا بندوبست فرمایا۔ عمرو بن میمون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نفاس والی عورتوں کے لیے تروتازہ کھجوروں سے زیادہ بہتر کوئی چیز نہیں، پھر انھوں نے اپنی بات کی تصدیق کے لیے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا﴾ (تفسير الطبري: 91/16) جلیل القدر تابعی ربیع بن خیثم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس آیت کریمہ کے مطابق میرے نزدیک نفاس والی عورتوں کے لیے تروتازہ کھجوروں سے بڑھ کر کوئی غذا نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے علم میں ایسی عورتوں کے لیے تازہ کھجوروں سے بہتر کوئی غذا ہوتی تو سیدہ مریم علیہا السلام کو وہی کھانے کو دیتا۔ شفیق بن سلمہ رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح کا فرمان منقول ہے۔ (تفسير الطبري: 92/16)

⑩ بعض اوقات حالات ایسے بن جاتے ہیں کہ ہر ممکن طریقے سے صفائی دینے کے باوجود آپ مدمقابل کو مطمئن نہیں کر سکتے۔ ایسے موقع پر بدزبانی یا لڑائی جھگڑا کرنے کے بجائے خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔ جاہلوں کے جواب میں اہل دانش کا یہی وتیرہ ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: ﴿وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾ ''جب جاہل لوگ ان سے بات کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں سلام ہے۔'' (الفرقان 63:25) سیدہ مریم علیہا السلام کو اس کے لیے خاموشی کا روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل میں خاموشی کا روزہ رکھنا جائز تھا۔ لیکن شریعت اسلامیہ میں ایسے روزے کی اجازت نہیں ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ خطبہ دے رہے تھے، اس دوران میں آپ کی نظر ایک کھڑے ہوئے شخص پر پڑی۔ آپ نے لوگوں سے اس کے متعلق پوچھا تو انھوں نے بتایا: یہ ابواسرائیل ہے۔ اس نے نذر مانی ہے کہ دھوپ میں کھڑا رہے گا، سائے میں نہیں جائے گا، کلام نہیں کرے گا اور روزہ رکھے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے حکم دو کہ بیٹھ جائے، سائے میں بھی جائے، کلام کرے اور اپنا روزہ پورا کرے۔''

(صحيح البخاري: 6704)

⑪ سیدہ مریم علیہا السلام جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر قوم کے پاس آئیں تو انھوں نے آپ کو

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر
ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



ملامت کرتے ہوئے ﴿يَاأُخْتَ هَارُوْنَ﴾ ''اے ہارون کی بہن!'' کہہ کر مخاطب کیا۔ ہارون سیدہ مریم علیہا السلام کے بھائی تھے جو اپنی نیکی اور شرافت میں مشہور تھے۔ ان کا یہ نام سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بھائی سیدنا ہارون علیہ السلام کے نام پر رکھا گیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ لوگ انبیاء اور نیک لوگوں کے نام پر اپنے بچوں کے نام رکھتے تھے۔ (صحیح مسلم: 2135) ہمارے لیے بھی یہی حکم نبوی ﷺ ہے: «تَسَمَّوا بِأَسْمَاءِ الْأَنْبِيَاءِ» ''انبیائے کرام کے ناموں پر نام رکھا کرو۔'' (سنن أبي داود: 495) اس لیے بچوں کا نام تجویز کرتے وقت انبیاء یا دیگر نیک لوگوں کے ناموں کو ضرور ملحوظ رکھنا چاہیے کیونکہ نام کا انسانی شخصیت پر ایک اثر ہوتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں عجیب رواج پڑ گیا ہے کہ نام ایسا منفرد ہو جو پہلے کسی کا نہ ہو۔ اس انفرادیت کی حرص نے بہت سارے لوگوں کو پاگل بنا دیا ہے۔ وہ بچوں کے ایسے ایسے نام تجویز کرتے ہیں جس میں واقعتاً انفرادیت تو ہوتی ہے لیکن اور کچھ نہیں ہوتا۔ بلکہ بعض اوقات ان کا معنی و مفہوم سخت ناپسندیدہ قسم کا ہوتا ہے۔ اس لیے ہمیں انفرادیت کا پیچھا کرنے کی بجائے انبیائے کرام یا دیگر صالحین کے ناموں کو رواج دینا چاہیے۔ ہمارا یہ اقدام خوشگوار اور پُرامن معاشرے کی راہ ہموار کرنے میں اہم کردار ادا کرے گا۔

⑫ سیدہ مریم علیہا السلام کی دو خوبیاں اللہ تعالیٰ نے بطور خاص ذکر کی ہیں۔ ایک یہ کہ ﴿اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا﴾ ''انھوں نے اپنی عزت وعصمت کی حفاظت کی۔ اور دوسری یہ کہ ﴿وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ﴾ ''وہ (اللہ کی) اطاعت کرنے والوں میں سے تھیں۔'' اس سے پتا چلتا ہے کہ عورتوں کو قربِ الٰہی کے حصول کے لیے بطور خاص عزت وعصمت کی حفاظت اور احکامِ الٰہی کے اتباع کا اہتمام کرنا چاہیے۔ شرم وحیا عورت کا زیور ہے۔ اس زیور سے آراستہ ہوئے بغیر عصمت وعفت کی حفاظت ممکن نہیں ہے۔ کسی عورت کی دنیوی و اخروی فلاح کے لیے ان دونوں اوصاف کا ہونا ضروری ہے۔ عورت بظاہر اطاعت گزار ہو لیکن عصمت وعزت کی محافظ نہ ہو یا عزت وعصمت کی محافظ ہو اور فرمانبردار نہ ہو، ہر دو صورتوں میں وہ جنت میں داخلے سے محروم ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی عورت پانچوں نمازیں پڑھے، مہینے (رمضان) کے روزے رکھے، اپنی عصمت کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو اس سے کہا جائے گا: جنت کے جس دروازے سے چاہو اس میں داخل ہو جاؤ۔'' (ابن حبان: 4163)

اس کے برعکس عصمت فروش عورتوں کے متعلق نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جہنمیوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جنھیں میں نے دیکھا نہیں ہے۔ ان میں سے ایک قسم ان عورتوں کی ہے جو لباس پہننے کے باوجود برہنہ ہیں۔ (برائی کے لیے) لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہیں اور ان کی طرف مائل ہونے والی ہیں۔ ان کے سر لمبی گردنوں والے اونٹوں کے ایک طرف جھکے ہوئے بڑے کوہانوں کی طرح ہیں۔ یہ جنت میں داخل ہوں گی نہ اس کی خوشبو پائیں گی جبکہ اس کی خوشبو اتنے اتنے (لمبے) فاصلے سے آ رہی ہوگی۔'' (صحیح مسلم: 2128)

⑬ سیدہ مریم علیہا السلام پاک دامن اور اللہ تعالیٰ کی بڑی فرمانبردار تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود اس بات کی گواہی دی ہے۔ اس کے باوجود یہود نے ان پر بدکاری کی تہمت لگا دی۔ لیکن یہ تہمتیں اور بہتان سیدہ مریم علیہا السلام کی شان اور مقام کو گھٹا نہیں سکے۔ گھٹیا لوگوں کو اپنے گھٹیاپن کے اظہار کی جب اور کوئی راہ نظر نہیں آتی تو وہ تہمت طرازی اور بہتان تراشی کی روش اپنا لیتے ہیں۔ ہمیشہ سے گھٹیا لوگ ایسا کرتے آئے ہیں، اس لیے پاکباز اور نیک لوگوں کو ایسے خسیس لوگوں کی خسیس حرکتوں سے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ صبر سے کام لینا چاہیے اور اللہ ہی سے مدد طلب کرنی چاہیے۔ اللہ ضرور اپنے بندوں کی مدد فرماتا ہے۔ چنانچہ دشمنوں کی ایسی ناشائستہ حرکتیں خود انھی کی تذلیل کا باعث بن جاتی ہیں اور صبر کرنے والے اہل ایمان کے لیے اللہ تعالیٰ اس شر میں سے بھی خیر و بھلائی عطا کر دیتا ہے۔ جس طرح اس نے یہود کو رہتی دنیا کے لیے ذلیل وخوار اور معلون ومغضوب ٹھہرا دیا، اسی طرح اس نے سیدہ مریم علیہا السلام کا ذکرِ خیر رہتی دنیا کے لیے روشن کر دیا اور انھیں صدیقہ کائنات کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ لہٰذا ایسے مواقع پر پریشان ہونے کی بجائے صبر وتحمل کا دامن تھامنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے مدد کا سوال کرنا چاہیے۔ اللہ کی شان ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کو بے یارومددگار نہیں چھوڑتا۔

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



معاملہ جنت کا ہے

جنگ بدر کے دن سیدنا سعد اور ان کے والد گرامی خیثمہ رضی اللہ عنہ دونوں جنگ میں شرکت کے خواہش مند تھے۔ لیکن دونوں میں سے کوئی ایک شریک ہوسکتا تھا۔ مزے کی بات یہ کہ دونوں میں سے کوئی بھی اپنے موقف سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہ تھا۔ قرعہ اندازی کے ذریعے فیصلہ کرنے پر اتفاق ہوگیا۔ لیکن یہ کیا! قرعہ سیدنا سعد کے نام کا نکل آیا۔

سیدنا خیثمہ رضی اللہ عنہ ہر حال میں جنگ میں شریک ہونا چاہتے تھے، انھوں نے اپنے لاڈلے بیٹے سے کہا: پیارے بیٹے! آج تو بدر میں شریک نہ ہو بلکہ میرے حق میں دستبردار ہوجا۔ بیٹے نے محبت سے جواب دیا: ابا جان! (معاملہ جنت کا ہے۔) اگر جنت کے علاوہ کوئی اور معاملہ ہوتا تو میں ضرور آپ کو خود پر ترجیح دیتا۔ اس کے بعد سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بدر میں شریک ہوئے اور شہادت سے سرفراز ہوئے۔ ان کے والد گرامی سیدنا خیثمہ رضی اللہ عنہ نے جنگ اُحد میں شرکت کی اور جام شہادت نوش فرمایا۔ (أسد الغابة: 292,291/2، والإصابة: 47,46/3)

اپریل فول کی تباہی

ایک خاتون کا دل ہر وقت اپنے بیٹے ہی میں اٹکا رہتا تھا۔ وہ ہر وقت اُسی کے بارے میں سوچتی، اس کی سلامتی کے لیے دعائیں کرتی رہتی تھی۔ جب سے اس کا بیٹا میڈیکل کی تعلیم کے لیے ایک مغربی ملک میں گیا تھا، تب سے تو اس کی ہر بات اپنے بیٹے سے شروع ہوتی اور بیٹے ہی پر ختم ہوتی۔ اس کی تو کنیت بھی بیٹے کے نام پر تھی: امّ احمد۔ اب تو وہ بات بات پر یہی کہتی تھی: چلو! کوئی بات نہیں، یہ محض چند دن ہیں، گزر ہی جائیں گے۔ میرا بیٹا آنکھوں اور کانوں کا ماہر ڈاکٹر بن کر وطن لوٹے گا۔

ایک طرف ماں کا انتظار، بے چینی اور خوشی وغمی کے ملے جلے جذبات تھے، دوسری طرف ایک شیطان گھات لگائے بیٹھا تھا جو اس ماں کی زندگی میں زہر گھولنا چاہتا تھا۔ اللہ اللہ کرکے وہ دن قریب آگئے جب اس کا لخت جگر ایک ماہر ڈاکٹر بن کر واپس آرہا تھا۔ ایک صبح وہ فون کی گھنٹی سن کر بیدار ہوئی۔ اس نے سوچا احمد ہی کا فون ہوگا۔ وہ اپنی فلائٹ کے بارے میں بتانا چاہ رہا ہوگا۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔ پوچھا: کون؟ دوسری طرف سے آنے والی آواز نے اس بے چاری خاتون پر بجلیاں گرادیں۔ اس ابلیسی ذہنیت والے شخص نے نہیں سوچا کہ وہ ایک انتہائی محبت کرنے

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر
ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں

والی ماں کے جذبات سے کھیل رہا ہے۔ ایسی ماں جو دن رات اپنے بیٹے ہی کا نام لے لے کر جیتی ہے۔ اس انسان نما شیطان نے کہا:

محترمہ میں آپ کے بیٹے احمد کا جاننے والا ہوں۔ احمد ایک ٹریفک حادثے میں شدید زخمی ہوگیا تھا۔ ہم نے اُسے ہسپتال منتقل کیا، لیکن وہ جانبر نہ ہوسکا اور اللہ کو پیارا ہوگیا۔ یہ سن کر والدہ کے ہاتھ سے ریسیور گر گیا، وہ تیورا کر گری اور بے ہوش ہوگئی۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ عین اسی وقت اس خاتون کا ایک قریبی عزیز اس کے گھر آ گیا۔ اُس نے دروازے پر دستک دی، جب کئی بار دستک دینے کے باوجود کوئی آواز نہ آئی تو وہ یہ سوچ کر اندر چلا گیا کہ ام احمد گھر میں اکیلی تھی، کہیں وہ بیمار نہ ہو۔ جب وہ اندر گیا تو اُس نے دیکھا کہ اُم احمد تو فرش پر بے ہوش پڑی ہے۔ اس نے ایک ہمسائے کے ساتھ مل کر جلدی سے ام احمد کو گاڑی میں ڈالا اور ہسپتال لے گیا۔ احمد کو اس حادثے کے بارے میں کسی نے نہیں بتایا۔ اُس نے بھی اپنی والدہ کو کچھ نہ بتایا۔ وہ اُسے سرپرائز دینا چاہتا تھا۔ وہ اس تصور سے ہی محظوظ ہو رہا تھا کہ اچانک اپنی والدہ کے پاس پہنچ جائے گا۔ وہ دیوانہ وار اس کی طرف لپکے گی۔ اسے اپنے ساتھ چمٹالے گی اور بوسے دینا شروع کردے گی۔

چند دنوں بعد احمد گھر پہنچا۔ وہ انتہائی تھکا ہوا تھا۔ اُسے یہ دیکھ کر انتہائی مایوسی ہوئی کہ والدہ گھر پر نہیں ہے۔ عموماً اس کی والدہ گھر سے باہر نہیں جایا کرتی تھی، خصوصاً اُن دنوں میں جب احمد کی آمد متوقع ہوتی تھی، وہ گھر سے باہر قدم بھی نہیں رکھتی تھی۔ آج وہ کیسے چلی گئی؟ احمد نے اپنے پڑوسیوں سے پوچھا۔ انھوں نے بتایا: آپ کی والدہ تو ہسپتال میں ہیں۔ یہ سن کر احمد کو شدید دھچکا لگا کہ والدہ بیمار ہیں اور ہسپتال میں داخل ہیں۔ وہ اپنی گاڑی میں بیٹھا اور انتہائی سرعت کے ساتھ ہسپتال روانہ ہوگیا۔ تیز رفتاری کی وجہ سے گاڑی ایک شدید حادثے کا شکار ہوگئی۔ لوگوں نے جلدی سے احمد کو ہسپتال منتقل کیا، لیکن وہ زخموں کی تاب نہ لاکر اس جہان فانی سے رخصت ہوگیا۔ پہلے پہل تو والدہ کو اس حادثے کے بارے میں کچھ نہ بتایا گیا، لیکن آخر کب تک اس حادثے کو چھپایا جاسکتا تھا!

والدہ کو اس واقعے کی ساری تفصیلات بتائی گئیں کہ کس طرح ایک سنگدل احمق نے فون پر آپ کے ساتھ مذاق کیا، جب آپ کا بیٹا احمد واپس آیا تو آپ کو گھر میں نہ پاکر پڑوسیوں کے پاس گیا۔ پڑوسیوں نے اُسے بتایا کہ آپ تو ہسپتال میں ہیں۔ وہ انتہائی سرعت کے ساتھ ہسپتال آرہا تھا کہ حادثے کا شکار ہوگیا۔ ام احمد پھٹی پھٹی نظروں سے لوگوں کی طرف دیکھتی رہیں۔ پھر بے ہوش ہوکر گر پڑیں۔ ڈاکٹر کو بلایا گیا، لیکن ان کی حرکت قلب بند ہوچکی تھی۔ وہ صدمہ نہیں سہ پائیں اور اپنے بیٹے احمد کے پاس جا پہنچیں۔ یوں ایک سنگدل شخص جو اپنی طرف سے مذاق کررہا تھا، شاید اُس دن اپریل فول تھا جو ماں بیٹے کی موت کا باعث بن گیا۔ (اُکثر من اَلف قصۃ وقصۃ، تالیف: ہشام عواض، ص:560,559)

آپ بھی سوچیے

جمعہ کی نماز پڑھ کر باپ گھر میں داخل ہوا تو پانچ سالہ بچہ بھاگ کر ٹانگوں سے لپٹ گیا۔ باپ نے اسے اٹھا کر سینے سے لگایا، ماتھا چوما اور گود میں لیتے ہوئے صوفے پر دراز ہوگیا۔ بیٹا لاڈ میں آکر بولا: بابا جان! آپ کام پر مت جایا کریں۔ سارا دن میرے پاس رہا کریں۔ ہم دونوں کھیلا کریں گے۔ ماما میرے ساتھ نہیں کھیلتیں۔ وہ سارا دن کام کاج میں مصروف رہتی ہیں۔ باپ بولا: کام پر تو جانا ہے۔ اگر کام پر نہیں جاؤں گا تو پیسے نہیں ملیں گے۔ پیسے نہیں ہوں گے تو اچھی اچھی چیزیں اور کھلونے کہاں سے لاؤں گا۔ بیٹا یہ بات سن کر سوچ میں پڑ گیا اور تھوڑی دیر بعد خوشی سے بولا: بابا جان! آپ ایسا کریں، پورے ہفتہ میں صرف ایک دن کام پر چلے جایا کریں اور باقی دن میرے ساتھ کھیلا کریں۔ آپ کو پیسے بھی مل جائیں گے اور ہم کھیل بھی لیا کریں گے۔

باپ نے پھر سمجھاتے ہوئے کہا: بیٹا! اگر میں ہفتہ میں صرف ایک دن کام پر گیا تو وہ مجھے نکال دیں گے۔ ان کا کہنا ہے کہ میں روز کام پر آؤں۔ اس لیے میں روز کام پر جاتا ہوں جیسے تم سارا ہفتہ سکول جاتے ہو۔ اگر صرف ایک دن جاؤ گے تو وہ تمھیں سکول سے نکال دیں گے نا!

بچے نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر تھوڑی دیر سوچ کر بولا: بابا جان! ایک بات کہوں، آپ نماز پڑھنے تو صرف جمعہ ہی کو جاتے ہیں۔ باقی دن نہیں جاتے تو اللہ تعالیٰ آپ کو

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں

اپنے گھر میں سے کیوں نہیں نکالتا۔
باپ لاجواب ہوکر بیٹے کا منہ تکتا رہ گیا۔

ازواجِ مطہرات مومنوں کی مائیں

حکمِ قرآنی کے مطابق نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات ہماری مائیں ہیں۔ اس لیے ہمیں اپنی حقیقی ماں کی طرح روحانی ماؤں کا بھی تعارف ہونا چاہیے۔ آپ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں گیارہ عورتوں سے شادی کی۔ ان میں سے دو آپ ﷺ کی زندگی میں وفات پاگئیں۔ جب آپ ﷺ اللہ کو پیارے ہوئے تو نو بیویاں بقید حیات تھیں۔ ازواج مطہرات میں سے پانچ کا تعلق قبیلۂ قریش سے تھا اور چار غیر قریشی تھیں۔ ازواج مطہرات کے نامِ گرامی یہ ہیں، ان میں سے پہلی پانچ قریشی ہیں: ① سیدہ خدیجہ بنت خویلد ② سیدہ سودہ بنت زمعہ ③ سیدہ عائشہ بنت ابی بکر ④ سیدہ حفصہ بنت عمر ⑤ سیدہ زینب بنت جحش ⑥ سیدہ ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ ⑦ سیدہ جویریہ بنت حارث ⑧ سیدہ زینب بنت خزیمہ ہلالیہ ⑨ سیدہ ام حبیبہ رَملہ بنت ابی سفیان ⑩ سیدہ صفیہ بنت حُیی ⑪ سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہن۔ سیدہ ریحانہ اور سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کی کنیزیں تھیں۔ سیدہ ماریہ آپ ﷺ کے بیٹے ابراہیم کی والدہ تھیں۔

استاد کا احترام

معروف ادیب ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میں شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال سے ملنے ان کے مکان پر گیا۔ دورانِ گفتگو علامہ اقبال مجھ سے فرمانے لگے:

''عبداللہ جی، یورپ کا کوئی بڑا عالم یا فلسفی ایسا نہیں ہے جس سے میں نہ ملا ہوں۔ میں نے ان سب سے بلاجھجک بات چیت کی ہے۔ لیکن میرے استاد جن سے میں نے علم حاصل کیا ہے، ان سے گفتگو کرتے وقت میری زبان بند ہوجاتی ہے۔ احترام کے باعث ان کے سامنے زبان ہی نہیں کھلتی۔

یہ ہے استاد کا ادب۔ علامہ اقبال رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ میں جو کچھ ہوں، اپنے استادوں کی دعاؤں ہی کی بدولت ہوں۔

امام مالک رحمہ اللہ کی طلبہ کو تین نصیحتیں

خالد بن خداش بغدادی کہتے ہیں کہ میں امام مالک رحمہ اللہ کو الوداع کرنے کے لیے گیا تو عرض کی: حضرت استاد! مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ انھوں نے فرمایا: علانیہ اور پوشیدہ ہر دو موقعوں پر اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ ہر مسلمان کی خیرخواہی کرو۔ اور اہل علم کے ہاں جاکر علم کی باتیں لکھا کرو۔''

(جامع بیان العلم: 418)

پرہیزگاری کا نقد انعام

خواتین یونیورسٹی کی طالبات اور اساتذہ ایک تاریخی مقام کے مطالعاتی دورے پر گئے۔ یہاں تاریخ کے طلبہ کے لیے بہت کچھ تھا۔ طالبات بڑی دلچسپی سے آثار قدیمہ کا جائزہ لے رہی تھیں۔ ان آثار کے ذریعے وہ اس دور کے کلچر اور ثقافت کو سمجھنے کی کوشش کررہی تھیں۔ یہ آثار کافی وسیع رقبے پر پھیلے ہوئے تھے۔ ایک طالبہ آثار کا جائزہ لیتی ہوئی دور تک نکل گئی۔ آثار میں دلچسپی اور محویت کی وجہ سے اسے پتا ہی نہ چلا کہ وہ اکیلی ہے اور اس کی کلاس فیلوز بہت پیچھے رہ چکی ہیں۔ جیسے ہی اسے احساس ہوا، وہ فوراً واپس آئی، لیکن بس دوسری طالبات اور اساتذہ کو لے کر جاچکی تھی۔ کسی نے اس طرف توجہ ہی نہ دی کہ کوئی لڑکی پیچھے بھی رہ سکتی ہے۔ وہ وہیں بیٹھ کر انتظار کرتی رہی۔ اس نے سوچا جیسے ہی انھیں پتا چلے گا کہ میں پیچھے رہ گئی ہوں تو وہ لوگ فوراً واپس آجائیں گے، لیکن بس کو واپس آنا تھا نہ آئی۔ اب آہستہ آہستہ سورج غروب ہونے لگا۔ اس لڑکی نے سوچا یہاں بیٹھ کر مزید وقت ضائع کرنے سے بہتر ہے کہ آس پاس دیکھا جائے، شاید کوئی بستی نظر آجائے جہاں سے مدد مل سکے۔ کم ازکم فون ہی مل جائے تاکہ میں اپنے گھر اطلاع دے سکوں یا کسی بس سٹاپ ہی کا پتا چل جائے۔

اس لڑکی نے اندازے کے مطابق ایک طرف چلنا شروع کردیا۔ دور دور تک آبادی کے کوئی آثار نہیں تھے۔ آہستہ آہستہ رات ہونے لگی۔ لڑکی پہلے سے زیادہ خوفزدہ ہوگئی کہ وہ اس ویرانے میں کیسے رات گزارے گی؟ بہت دور اسے جھونپڑی جیسی کوئی چیز نظر آئی۔ وہ بغیر سوچے سمجھے اسی طرف چل پڑی۔ جھونپڑی کے پاس پہنچ کر اس نے

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر
ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں

دروازے پر دستک دی۔ اندر سے ایک نوجوان باہر آیا جس کی عمر بیس سال کے قریب ہوگی۔ اسے دیکھ کر وہ دہشت زدہ ہوگیا اور ہکلاتے ہوئے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے سمجھا شاید یہ لڑکی کوئی چڑیل ہے جو انسانی شکل میں اس ویرانے میں پھر رہی ہے۔ لڑکی کہتی ہے: میں نے اسے بتایا کہ میں فلاں یونیورسٹی کی طالبہ ہوں۔ ہم یہاں مطالعاتی دورے پر آئے تھے۔ ہماری بس غلطی سے مجھے پیچھے چھوڑ گئی ہے۔ لڑکے نے مجھے بتایا کہ آپ ایک بے آباد علاقے میں ہیں۔ قریبی بستی اس تاریخی مقام کے جنوب میں تھی لیکن آپ شمال میں چلتی ہوئی بہت دور نکل آئی ہیں۔ اس طرف کوئی آبادی نہیں۔ آپ کو اس بستی میں مدد مل سکتی ہے لیکن رات کے وقت وہاں جانا ممکن نہیں۔ آپ یہاں آرام کریں۔ میں صبح کے وقت آپ کو اس بستی میں چھوڑ آؤں گا۔ وہاں سے شہر جانے کے لیے کوئی سواری مل جائے گی۔ مرتی کیا نہ کرتی کے مصداق میں جھونپڑی کے اندر چلی گئی۔ میں انتہائی خوفزدہ تھی، لیکن اپنے خوف کو چھپانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

نوجوان نے مجھے مؤدبانہ لہجے میں کہا: آپ چارپائی پر سو جائیں، میں یہاں نیچے سو جاتا ہوں۔ اس نے چارپائی کے سامنے ایک چادر لٹکا دی تاکہ چارپائی والا حصہ جھونپڑی سے علیحدہ محسوس ہو۔ میں چارپائی پر لیٹ گئی۔ میں انتہائی خوفزدہ تھی۔ میرا سارا جسم خوف سے لرز رہا تھا۔ نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ میں نے چارپائی پر پڑی ہوئی چادر سے خود کو اچھی طرح ڈھانپ لیا اور لڑکے کی حرکات کا بغور جائزہ لینے لگی۔ وہ کمرے کے کونے میں بیٹھا کسی کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔ پھر اس نے کتاب بند کی اور چراغ کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ وہ کچھ دیر آگ کو بغور دیکھتا رہا۔ پھر اس نے اپنے ہاتھ کی انگلی کچھ دیر کے لیے آگ پر رکھی، وہ جلنے لگی تو دوسری سامنے کر لی۔ پھر یکے بعد دیگر اتنی دیر کے لیے اپنی پانچوں انگلیاں آگ پر رکھیں۔

ادھر میری یہ کیفیت تھی کہ خوف کے مارے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ مجھے خدشہ تھا کہ کسی وقت بھی میری چیخ نکل سکتی ہے۔ مجھے اپنے دل کی دھڑکن بند ہوتی ہوئی محسوس ہونے لگی، کیونکہ مجھے ایسے لگ رہا تھا شاید یہ کوئی جن ہے جو اپنی کسی مذہبی رسم کی ادائیگی میں مشغول ہے۔ پتا نہیں اپنی اس مذہبی رسم سے فارغ ہو کر میرے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔ میرے لیے سونا ممکن ہی نہیں تھا۔ وہ نوجوان بھی رات بھر نہیں سویا۔ اسی طرح صبح ہوگئی۔ اس نے صبح کے وقت مجھے ساتھ لیا اور مذکورہ بستی کی طرف چل دیا، مجھ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اس سے کچھ پوچھتی۔ اس نے بھی میرے ساتھ مخاطب ہونے کی کوشش نہیں کی۔ اس بستی تک پہنچ کر وہ کچھ کہے بغیر واپس چلا گیا۔ وہاں سے ایک گاڑی میں بیٹھ کر میں اپنے گھر پہنچ گئی۔ میں نے یہ واقعہ من وعن اپنے والدین کو بتا دیا، لیکن میرے باپ کو اس قصے کی صداقت پر یقین نہیں آیا، خصوصاً اس وجہ سے کہ میں خوف کی شدت کی وجہ سے بیمار پڑ گئی اور کئی دنوں تک ہسپتال میں رہی۔

میرے والد ایک مسافر کے روپ میں اس علاقے میں گئے اور اس لڑکے تک پہنچ گئے۔ انھوں نے اس سے درخواست کی: میں اس علاقے سے ناواقف ہوں، ذرا مجھے شہر کا راستہ سمجھا دو۔ لڑکا خوشدلی سے تیار ہوگیا۔ اس نے اپنے ہاتھ پر پٹی لپیٹ رکھی تھی۔ میرے والد نے پوچھا: تمھارے ہاتھ پر کیا ہوا؟ لڑکے نے بتایا کہ دو رات پہلے میرے پاس ایک انتہائی حسین وجمیل لڑکی رات کے وقت ٹھہری تھی۔ شیطان نے میرے دل میں بڑے وسوسے ڈالے کہ کوئی دیکھنے والا نہیں، دور تک آبادی کے کوئی آثار نہیں۔ اس سے اچھا موقع میسر نہیں آ سکتا۔ مجھے یہ خدشہ ہوا کہیں میں کوئی حماقت نہ کر بیٹھوں۔ میں نے ایک کے بعد دوسری انگلی جلائی تاکہ شیطانی شہوت کا سر کچل سکوں اور خود کو احساس دلا سکوں کہ دنیا کی معمولی سی آگ کو برداشت کرنا کس قدر اذیت ناک ہے، تو جہنم کی آگ کو میں کیسے برداشت کر پاؤں گا، جس کے مقابلے میں یہ آگ نہ ہونے کے برابر ہے۔

میرے والد کو وہ نوجوان بہت اچھا لگا۔ انھوں نے اسے اپنے گھر آنے کی دعوت دی اور اس لڑکے سے میری شادی طے کر دی۔ لڑکے کو یہ نہیں پتا تھا کہ میں وہی لڑکی ہوں جو اس کی جھونپڑی میں رات گزار چکی تھی۔ اندازہ کریں، اگر وہ اس دن کوئی حماقت کر گزرتا تو اسے کیسی سنگین سزا کا سامنا کرنا پڑتا؟! لیکن پرہیزگاری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے وہی حسین وجمیل لڑکی اس کی زوجیت میں دے دی۔ (قصص أبکتني، تالیف: الشیخ مشعل العتیبی، ص: 80,79)

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



مغرب میں جمہوریت کا مثبت پہلو

عطا محمد جنجوعہ

خلافت عثمانیہ کے دور میں ترکوں نے یورپ میں دہشت گردی کے خلاف جہاد شروع کیا۔ سلطان کی قیادت میں پیش قدمی جاری تھی کہ ایرانی فوج نے ترکی پر حملہ کردیا تو سلطان کو ادھورا مشن چھوڑ کر واپس جانا پڑا۔ یورپ میں اہل کلیسا اور بادشاہت کے خلاف آزادی، مساوات اور اخوت کے نام پر تحریک نمودار ہوئی۔ انقلاب فرانس کے بعد یورپی ریاستوں میں عوامی طرز کی حکومتیں قائم ہوئیں۔ انھوں نے آزادی اور جمہوریت کو برآمد کرنے کی ٹھان لی۔

اہل یورپ نے خلافت عثمانیہ سے انتقام لینا تھا۔ انھوں نے سازشی جال پھیلا کر مسلمانوں کو خلافت کے سائبان سے محروم کردیا۔ یورپی اقوام نے نسلی ولسانی بنیاد پر منقسم ریاستوں پر قبضہ کرلیا۔ انھوں نے الہامی قانون کو بے دخل کرکے عوامی قانون رائج کیا۔ جب طویل جدوجہد کے بعد آزادی حاصل کی تو ان کو مجلس اقوام متحدہ کے ضابطوں کا پابند کردیا۔ ایک ریاست کا دوسری ریاست میں مداخلت کرنا بین الاقوامی قانون کے تحت جرم بن گیا، چنانچہ ریاستی سطح پر دعوت و جہاد کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔

مغرب میں آزادی کا یہ تصور ابھرا کہ ہر فرد کو فطرت کے مطابق رہنے کی مکمل آزادی ہو۔ اس کے ذاتی معاملات میں کسی فرد، ادارے یا ریاست کا کوئی دخل نہ ہو۔ ہر فرد کو حق حاصل ہو کہ وہ اپنی بصیرت کے مطابق خود فیصلہ کرسکے۔ فرد کو ایسے نظریات اپنانے پر مجبور کرنے کا اختیار کسی کو حاصل نہ ہو جنھیں اس کا ضمیر تسلیم نہ کرے۔ سیاسی آزادی کے تحت ہر بالغ شہری کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہو۔

اٹل حقیقت ہے کہ الہامی قانون ہر قسم کی خامیوں سے مبرا ہوتا ہے، تاہم انسانی ساختہ نظریہ خوبیوں اور خامیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ مغرب میں آزادی کے نظریہ سے لڑکا اور لڑکی اپنی مرضی سے جس طرح چاہیں دوستی کا اظہار کریں قانوناً جرم نہیں، البتہ زبردستی کوئی حرکت کرے تو جرم بن جاتا ہے۔ تاہم اس آزادی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ کوئی دوسرے کو زبردستی مذہب تبدیل کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا، ہاں اگر کوئی اپنی مرضی سے دوسرا مذہب قبول کرے تو کوئی فرد، ادارہ یا حکومت اسے روک نہیں سکتی۔

نوآبادیاتی دور میں مسلمان حصول تعلیم اور روزگار کے سلسلہ میں مغربی دنیا میں آباد ہوئے۔ چند ایسے خاندان جو تزکیہ سے بے بہرہ تھے وہ سیکولر ہوگئے، تاہم اکثر اپنے اسلامی تشخص سے پیوست رہے۔ وہ اپنی ڈیوٹی دیانت داری سے سرانجام دیتے رہے، وہاں پابندی سے ذکر الٰہی کرکے روحانی فرحت حاصل کرتے رہے۔ صبر وقناعت سے ان کے چہروں پر مسکراہٹ رہتی، سکون کے متلاشی اہل مغرب میں اسلام سے دلچسپی کا رجحان پروان چڑھا۔

میڈیا کی بدولت مشرق ومغرب کے فاصلے گلوبل ویلیج میں سمٹ گئے ہیں۔ مشینی آلات پر حلت وحرمت کا فتویٰ دائر نہیں ہوسکتا بلکہ اس

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



کے استعمال پر انحصار ہے۔ طاغوتی چیلوں کو فحاشی پھیلانے میں کئی حربے بروئے کار لانے پڑتے تھے۔ جدید میڈیا نے ان کو آسانی فراہم کردی ہے۔ تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ میڈیا کی ترقی اور مغرب میں آزادی کے تصور نے مسلمانوں کو تبلیغی مواقع فراہم کیے ہیں۔ اہلِ خیر نے اسلامی تعلیم کو انگریزی و دیگر معروف زبانوں میں منتقل کیا۔ اسے انٹرنیٹ پر اپ لوڈ کردیا۔ اسلام کی نشرواشاعت کے لیے چینل قائم کیے۔ اس طرح اسلام کے دعوتی پیغام نے مغرب کے دروازوں پر دستک دی تو طاغوتی تھنک ٹینک کو یہ امر ناگوار گزرا، انھوں نے اسلام کو دہشت گرد مذہب پیش کرنے کی ٹھان لی۔

مغرب میں ایسی فلمیں تیار ہوئیں جن میں مسلمان دہشت گرد عیسائیوں کی کھوپڑیوں کا نشانہ لے کر فائر کررہے ہیں۔ کار بم دھماکے ہورہے ہیں۔ بچوں کی لاشیں چادروں سے ڈھکی ہوئی ہیں۔ مسلمان اہم سرکاری عمارتوں پر اسلامی جھنڈا لہرا رہے ہیں۔ امریکہ میں نائن الیون کا سانحہ ہوا۔ طاغوتی میڈیا نے بغیر ثبوت کے مسلمانوں پر الزام عائد کیا۔ نیٹو افواج نے یکے بعد دیگرے افغانستان اور عراق پر حملہ کیا۔ کیمیائی گیس کی تباہی کے خوفناک مناظر دیکھ کر مغرب کے غیر جانبدار طبقہ نے دین اسلام پر ریسرچ شروع کردی۔ میڈیا نے ان کو معلومات فراہم کیں۔ دعوتِ دین دینے والوں نے اپنی مساعی جمیلہ جاری رکھیں۔ مسلمانوں کے مستحکم خاندانی نظام نے اہل مغرب کے مضطرب دلوں کو متاثر کیا۔ بے حیائی کے طوفان میں بے چین عورتوں کی روحوں کو اسلامی عفت و حیا کی چادر میں سکون نصیب ہوا۔ بے چینی سے بستر پر کروٹیں بدلنے والے ذکر الٰہی کی برکت سے محوِ استراحت ہوگئے اور سائنسی تحقیقات کی روشنی میں اسلام کے ضابطے درست ثابت ہوئے۔ اس طرح اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔

یورپ میں مذہب تبدیل کرنا کٹھن مرحلہ تھا۔ عیسائی معاشرہ اس کا جینا دوبھر کردیتا تھا۔ انقلاب فرانس کے بعد جہاں فطری اور معاشرتی آزادی کا تصور نمودار ہوا، وہاں مذہبی و سیاسی آزادی کے حقوق بھی حاصل ہوئے۔ مذہب تبدیل کرنا جرم نہ رہا۔ اپنے مذہب پر عمل پیرا ہونے کا ہر ایک کو حق حاصل ہوگیا۔ مغرب کے مقامی لوگ ہمہ گیر آفاقی نوعیت کے پیغام سے متاثر ہوکر مسلمان ہوئے۔ مغرب میں مسلمانوں کے اعداد و شمار سے متعلق رپورٹ شائع ہوئی۔

''لندن فارن ڈیسک: آئندہ بیس سالوں میں اسلام یورپ کا سب سے بڑا مذہب ہوگا اور مساجد کی تعداد گرجا گھروں سے تجاوز کرجائے گی۔ بین الاقوامی سروے کے مطابق یورپ میں 52 ملین مسلمان آباد ہیں جن کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہورہا ہے اور یہ تعداد 104 ملین تک پہنچنے کا امکان ہے۔ پی اے ڈبلیو کے مطابق 2030ء تک مسلمانوں کی تعداد دو ارب بیس کروڑ تک جا پہنچے گی۔ 2020ء تک برطانیہ کا نمایاں مذہب اسلام ہوگا۔ جرمنی کی حکومت نے پہلی بار اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ جرمنی میں مقامی آبادی کی گرتی ہوئی شرح پیدائش اور مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی شرح پیدائش کو روکنا ممکن نہیں، لیکن اگر صورت حال یہی رہی تو

یورپ میں مذہب تبدیل کرنا کٹھن مرحلہ تھا۔ عیسائی معاشرہ اس کا جینا دوبھر کردیتا تھا۔ انقلاب فرانس کے بعد جہاں فطری اور معاشرتی آزادی کا تصور نمودار ہوا، وہاں مذہبی وسیاسی آزادی کے حقوق بھی حاصل ہوئے۔ مذہب تبدیل کرنا جرم نہ رہا



دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



2050ء تک جرمنی مسلم اکثریت کا ملک بن جائے گا۔ یورپ میں مقامی آبادی کا تناسب کم ہونے کی ایک وجہ وہاں کے لوگوں کا شادی نہ کرنا اور بچوں کی ذمہ داری نہ لینا ہے۔ جبکہ یورپ میں مقیم مسلمانوں کی آبادی میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ رپورٹ کے مطابق کینیڈا میں اسلام تیزی سے پھیلنے والا مذہب ہے۔ اعداد و شمار کے مطابق 2001ء سے 2006ء تک 2.1 ملین مسلمان ہیں۔ امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد ایک کروڑ سے تجاوز کر چکی ہے، آئندہ 30 سالوں میں 5 کروڑ مسلمان امریکی ہوں گے۔''

(روزنامہ نئی بات 2015-02-11)

نظام خلافت کے بعد مسلم حکمرانوں میں سیکولر نظام کی بدولت دعوت و جہاد کا جذبہ سرد پڑ گیا، لیکن مغرب میں میڈیا کی ترقی اور آزادی کے نظریہ سے اسلام کا اجالا ہوا۔ صہیونی منشا ہے کہ جس طرح سولہویں صدی عیسوی میں یورپ کے صلیبیوں نے غیر عیسائیوں کا عرصہ حیات تنگ کر کے ملک بدری پر مجبور کیا، اس طرح اہل مغرب مسلمانوں کے ساتھ ناروا سلوک کریں۔ طاغوتی چیلے خفیہ پلان کے تحت مغرب میں دہشت گردی کی وارداتیں خود کرتے ہیں لیکن ان کا میڈیا مسلمانوں پر الزام عائد کرتا ہے۔ تاہم عدالتی کارروائی کے بعد ان میں سے 92 فیصد واقعات میں غیر مسلم ملوث پائے جاتے ہیں۔ طاغوتی میڈیا دوسری طرف شعائر اسلام کی توہین کر کے مسلمانوں کو بھی مشتعل کرنے کی تگ و دو کر رہا ہے تاکہ تصادم کی صورت میں عیسائی ان کو اذیتیں دے کر بے دخلی پر مجبور کر دیں۔ لیکن ایسا ہرگز نہ کر سکیں گے، ان شاء اللہ! کیونکہ تارکین وطن کے علاوہ مقامی کثیر آبادی بھی مسلمان ہیں۔ وہ آہنی دیوار بن جائیں گے۔ اہل مغرب آزادی، مساوات اور اخوت کا راگ الاپ کر اس نظام کو دیگر ملکوں میں برآمد کر رہے ہیں، چنانچہ مغرب میں مقیم مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کرنے سے عالمی سطح پر ان کو خفت و ندامت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ دو صورتوں میں سے ایک صورت ان کو اختیار کرنا پڑے گی۔ انھیں آزادی اور جمہوریت کا ڈھول پیٹنا بند کرنا پڑے گا یا شرح آبادی میں مسلمانوں کے اضافہ کو برداشت کرنا ہوگا۔

مغرب میں توہین آمیز خاکے شائع کرنے والوں کے خلاف تادیبی کارروائی کرنا اور آئندہ سدباب کے لیے عالمی ادارہ انصاف سے قانون پاس کرانا مسلم دنیا کے حکمرانوں کا فرض منصبی ہے۔ تاہم مغرب میں سرگرم اہل خیر کے اداروں نے آئینی حدود میں رہ کر دعوتی سرگرمیاں جاری رکھیں اور وہاں کے مسلمانوں نے مرشد کامل ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی طرح صبر و استقامت کا دامن تھامے رکھا تو یورپ میں طاغوت کی ظلمت مٹ جائے گی۔ اور اسلام کے معاشی، اخلاقی، روحانی، سماجی اور سیاسی و قانونی ضابطوں کی ضیا سے مغرب کا ذرہ ذرہ دمک اٹھے گا اور اسلام سب سے بڑا مذہب بن کر نمودار ہوگا۔ تو کثرت رائے کی بنیاد پر منتخب سربراہ یقیناً سرکاری عمارتوں پر اسلام کا پرچم لہرائے گا۔ ان شاء اللہ!

بقیہ: غیر مسلموں کے قتل کا حکم

ان دلائل سے تمام آیات کا مصداق اور مفہوم واضح ہو جاتا ہے جن کو استعمال کر کے غیر مسلم سکالر اور دانشور اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جیسا کہ ذیل کی آیاتِ ارہاب ہیں:

﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ﴾ ''اور ان (کافروں کے مقابلے) کے لیے تم مقدور بھر قوت (تیر و تفنگ) اور بندھے ہوئے گھوڑے تیار رکھو جن سے تم اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو اور ان کے علاوہ دوسروں کو ڈرائے رکھو جنھیں تم نہیں جانتے (مگر) اللہ انھیں جانتا ہے'' (الأنفال 60:9)

دوسرے مقام پر ارشادِ الٰہی ہے: ''پھر جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو تم مشرکین کو جہاں کہیں پاؤ قتل کر دو اور انھیں پکڑ لو اور ان کا محاصرہ کر لو اور ہر گھات کی جگہ ان کی تاک میں بیٹھے رہو، پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کر لیں اور زکاۃ دیں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔'' (التوبة 5:9)

خلاصۂ بحث یہی ہے کہ جو غیر مسلم اسلام کے خلاف کوشش کرے، سازشیں کرے، مسلمانوں پر ظلم و ستم ڈھائے، انھیں اسلام پر عمل کرنے سے روکے اور معاہدے کی خلاف ورزی کرے، ان سے لڑائی اور قتال و جہاد کا حکم ہے، دیگر غیر مسلم اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



ملیریا

ڈاکٹر طارق ریاض

اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں میں سے بیماری بھی ایک خاص نعمت ہے۔ کیونکہ اول، بیمار انسان اپنے رب کے زیادہ قریب ہوجاتا ہے۔ دوم، ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ بیماری سے گناہ جھڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بیمار، مسافر اور روزے دار کی دعا جلدی قبول کرتا ہے۔ رب العزت نے درختوں، پودوں، جانوروں اور انسانوں میں طرح طرح کی بیماریاں پیدا کیں جن کی فہرست خاصی طویل ہے بلکہ انسانی علم نامکمل اور ناقص ہونے کی وجہ سے غالباً یہ فہرست ابھی نامکمل بھی ہے۔ خود انسانی تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جس میں ہر دور میں انسان کو کئی امراض کا سامنا کرنا پڑا اور ان بیماریوں نے انسانی تہذیب پر گہرے نقوش بھی چھوڑے۔ ان میں سے ملیریا (MALARIA) بخار بھی ایک ایسا مرض ہے جس نے کروڑوں لوگوں کو موت کی نیند سلا دیا ہے۔ اسی لیے اقوام متحدہ کے زیر اہتمام دنیا بھر میں 25 اپریل کو ورلڈ ملیریا ڈے "WORLD MALARIA DAY" منایا جاتا ہے۔

ملیریا سے دنیا بھر کے لوگ متاثر ہوتے ہیں جن میں افریقہ کے لوگ خاص طور پر اس کا نشانہ بنتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایشیاء لاطینی امریکہ اور یورپی ممالک میں بھی ملیریا بخار ہوجاتا ہے۔ اس معاملے کی حساسیت کے پیش نظر اقوام متحدہ کے ذیلی ادارے ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن (WHO) کے 60ویں اجلاس میں جو مئی 2007ء کو منعقد ہوا، یہ فیصلہ کیا گیا: عوامی شعور و آگاہی اور ملیریا بخار سے متعلق معلومات کے فروغ کے لیے عالمی سطح پر یہ دن منایا جائے۔

لفظ ملیریا "MALARIA" دو یونانی حروف "MALA" اور "ARIA" کا مجموعہ ہے۔ اول الذکر کا مطلب ہے ''گندی'' اور موخر الذکر کا مطلب ہے ''ہوا''۔ یعنی ملیریا بخار کی وجہ ''گندی ہوا'' ہے۔ پرانے زمانے میں جب اس حوالے سے سائنسی تحقیق نہیں ہوئی تھی، یہی سمجھا جاتا تھا کہ جس گلی محلے کے باہر غلاظت یا گندگی ہوگی وہاں سے جو ہوا گزرتی ہے، اگر اس گندی ہوا میں کوئی سانس لے لے تو ملیریا بخار ہوجاتا ہے۔ لیکن بعدازاں پتہ چلا کہ گھروں اور محلے میں گندے پانی پر مچھروں کی افزائش ہوتی ہے۔ درحقیقت گندی ہوا نہیں

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



بلکہ اس کا ذمہ دار مچھر ہے۔ ملیریا بخار ایک جرثومے ''پلازموڈیم'' (PLASMODIUM) کی وجہ سے پھیلتا ہے جو مادہ مچھر انوفیلیز (ANOPHELES) کے کاٹنے سے انسانی خون میں شامل ہوجاتا ہے۔ پلازموڈیم جرثومہ یک خلوی جاندار ہے جس کا شمار خُردبینی اجسام (Micro-Organisms) میں ہوتا ہے۔ اس جرثومے کے انسانی خون میں شامل ہونے کے دو ہفتوں بعد بیماری کی علامات ظاہر ہونا شروع ہوجاتی ہیں جن میں تیز بخار، تھکن، قے، شدید سردرد اور شدید حملے کی صورت میں دل کی تیز دھڑکن، جلد کا پیلا پن، بے ہوشی اور موت واقع ہوجانا بھی شامل ہیں۔

مادہ مچھر انوفیلیز کے کاٹنے سے جرثومہ انسانی خون میں شامل ہوجاتا ہے۔ یہ جرثومہ خون سے ہوتا ہوا جگر تک پہنچ جاتا ہے۔ یہاں پہنچ کر پلازموڈیم جوان ہوتا ہے اور اپنی غیر جنسی تولید سے تعداد میں اضافہ کرتا ہے۔ اس جرثومے کی 5 انواع (Species) ہیں۔ ان میں سے ایک نوع "PLASMODIUM FALCIPARUM" انسانوں میں موت کا باعث بنتی ہے۔ "J.W. MEIGEN" نے 1818ء میں اس بات کی نشاندہی کی کہ انسانوں کے لیے ملیریا بخار کا خطرناک تحفہ انوفیلیز مادہ مچھر کی طرف سے آتا ہے۔ اس مچھر کی 460 انواع ہیں جن میں سے 100 انواع انسانوں میں ملیریا پیدا کرتی ہیں۔ لفظ انوفیلیز بھی دو یونانی حروف کا مجموعہ ہے۔ "An" کا مطلب نہیں اور "OPHELOS" کا مطلب فائدہ مند یعنی انوفیلیز کا مطلب ہے ''بے فائدہ۔'' سائنسدانوں کا خیال ہے کہ مچھر 120 ملین سال پہلے دنیا میں آئے جبکہ انوفیلیز مچھر لگ بھگ 80 سے 95 ملین سال پہلے وجود میں آئے۔ دیگر مچھروں کی طرح یہ مچھر بھی اپنے دور حیات میں انڈہ، لاروا، پیوپا اور ایمیگو (Imago) کے مراحل سے گزرتا ہے۔ مادہ مچھر ایک وقت میں 50 سے 200 انڈے دیتی ہے۔ ان کی جسامت صرف 0.2-0.5 ملی میٹر ہوتی ہے۔ انڈے پانی میں دیے جاتے ہیں۔ جن سے بچے دو سے تین ہفتوں میں کبھی کبھار 2 سے تین دنوں میں تیار ہوجاتے ہیں۔ اس کا انحصار موسم پر ہوتا ہے۔ گرم و مرطوب موسم تیز افزائش کا باعث بنتا ہے۔ انڈے سے لاروا نکلتا ہے جس کی ٹانگیں نہیں ہوتیں۔ یہ پانی کی سطح پر رہتا ہے تاکہ ہوا سے آکسیجن لے سکے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ جہاں گلی محلے میں گندا پانی کھڑا ہو وہاں مٹی کا تیل یا DDT چھڑک دیں تاکہ لاروے آکسیجن نہ ملنے پر مرجائیں اور مچھروں کی افزائش نہ ہو اور علاقہ بخار سے محفوظ ہوجائے۔ یہ لاروے پانی میں موجود الجی (Algae) اور بیکٹیریا سے غذا حاصل کرتے ہیں۔ لاروے (Larvae) نمو پاکر پیوپا (Pupa) بن جاتے ہیں۔ یہ نشوونما کرکے ایک ملی میٹر لمبے ہوجاتے ہیں، اور رفتہ رفتہ 8 ملی میٹر تک جاپہنچتے ہیں۔ مادہ مچھر صاف یا گندے ہر طرح کے پانی میں انڈے دیتی ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ گھروں کے ارد گرد گلی محلے میں پانی کھڑا نہ ہونے دیں، یعنی پاکیزگی نصف ایمان ہے والا فارمولا صرف اپنی ذات یا اپنی رہائش گاہ تک نہیں، پورے محلے اور علاقے پر محیط ہے۔ خاص کر بارش کے بعد جمع ہونے والا پانی اور سیوریج کا کھڑا پانی مچھروں کی آماجگاہ ہے۔ پیوپا دیکھنے میں کوما (Comma) شکل کا ہوتا ہے۔ یہ بھی پانی کی سطح سے آکسیجن حاصل کرتے ہیں۔ آخر ہفتہ بھر میں اوپر والی سطح سے نکل کر مچھر باہر آجاتا ہے۔ اس نشوونما میں 5 دن سے لے کر 14 دن تک لگ جاتے ہیں۔ مچھر کے تین حصے ہوتے ہیں سر، سینہ (Thorax) اور پیٹ۔ سر لمبوترا ہوتا ہے۔ مچھروں کی تین جوڑے یعنی 6 ٹانگیں ہوتی ہیں اور اڑنے کے لیے پر بھی ہوتے ہیں۔ مادہ مچھر کو چونکہ انڈے دینے کے لیے آئرن کی ضرورت ہوتی ہے جو انسانی خون میں موجود ہیموگلوبن (Haemoglobin) پروٹین میں پایا جاتا ہے۔ مادہ مچھر انوفیلیز خون پیتی ہے جسے ہضم کرکے جسم کا حصہ بنالیا جاتا ہے۔ یوں مادہ مچھر کی غذائی ضرورت پوری ہوجاتی ہے اور وہ انڈے دینے کے قابل ہوجاتی ہے۔ اس کے برعکس نر مچھر (Anopheles) اپنی غذا پھولوں کا رس چوس کر حاصل کرلیتا ہے۔ مادہ مچھر کو انسانی خون نہ ملے تو وہ بھی پودوں سے غذا حاصل کرلیتی ہے۔ مادہ مچھر کی عمر نر مچھر سے زیادہ ہوتی ہے۔ نر انوفیلیز مچھر ہفتہ اور مادہ مچھر ایک ماہ تک طبعی طور پر زندہ رہ سکتے ہیں۔ مادہ مچھر انسان کو اس کی سانس اور جسم کی بو سے شناخت کرلیتی ہے۔

مادہ مچھر انوفیلیز جب کسی ملیریا کے مریض کو

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



کاٹتی ہے تو پلازموڈیئم جرتومہ مادہ مچھر میں آجاتا ہے جو جنسی تولید کرتا ہے اور مادہ مچھر کے پیٹ میں اپنی نسل آگے بڑھاتا ہے۔ یہ مادہ مچھر کسی اور انسان کو کاٹ لے تو ملیریا بخار دوسرے تک پہنچ جاتا ہے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ ملیریا بخار، مویشیوں اور پرندوں کو بھی ہوتا ہے۔ لیکن اس کا ذمہ دار انوفیلیز مادہ مچھر کی بجائے "CULEX" (کیولکس) نامی مادہ مچھر ہوتی ہے۔

ہر سال عالمی سطح پر ملیریا ڈے منانے کا مقصد بآسانی پورا کیا جاسکتا ہے اگر ہم واقعی اپنے نبی سیدنا محمد ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوجائیں۔ صفائی ستھرائی تو دنیا کے ہر مذہب کی تعلیم میں شامل ہے لیکن اس کا جو تصور دین اسلام نے دیا ہے، اس کی نظیر نہیں ملتی۔ فرد کی پاکیزگی سے لے کر معاشرے کی پاکیزگی تک یہ آفاقی پیغام اسی مذہب کا خاصہ ہے۔ ملیریا بخار کی اہم وجہ مچھر ہے۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا انسانی زندگی میں کتنا اہم کردار رہا ہے۔ قرآن حکیم میں پروردگار عالم نے واضح طور پر نمرود بادشاہ کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کے ساتھ بھی عبرتناک انجام مچھر کی وجہ سے ہوا۔ اس زمینی نام نہاد خدا کی یہ حالت ہوئی کہ بادشاہ اپنے ملازموں کو حکم دیتا تھا کہ مجھے جوتے مارو کیونکہ جو مچھر ناک میں گھس گیا تھا، سر پر جوتا پڑنے سے اس کی پیدا کردہ تکلیف سے آرام ملتا تھا۔ مصر کی تاریخ میں جہاں فرعونوں کی نعشوں کا ذکر ملتا ہے، اس وقت کے لوگوں کی اموات میں مچھر کا کردار بھی ملتا ہے۔ اپریل 2015ء کی 25 تاریخ کو ایک بار پھر پاکستان میں بھی ورلڈ ملیریا ڈے منایا جائے گا۔ لیکن یہ محض جلسے جلوس اور سیمیناروں اور کانفرنسوں تک محدود رہے گا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ رسالت مآب سیدنا محمد ﷺ کے حکم کے مطابق ہم سب تہیہ کرلیں کہ اپنی ذات سے لے کر گلی محلے اور صوبائی و ملکی سطح پر غلاظت اور گندا پانی جمع ہونے نہ دیں گے، اپنا ماحول صاف ستھرا اور خشک و صاف رکھیں گے اور ملیریا سے نجات کے فارمولے پر عمل کریں گے۔ وگرنہ ملیریا سے بچنا ممکن نہ ہوگا اور ہم ملیریا کی وجہ سے کانپتے رہیں گے کیونکہ ملیریا بخار کی اہم علامات میں سردی لگنا بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کے آسان طریقے

❀ اللہ رب العزت کے احکام کی پوری اطاعت کی جائے اور ہر اطاعت وعبادت میں یہ نیت کر لی جائے کہ میں یہ حکم پورا کروں گا تو اللہ پاک راضی ہوگا۔ اس طرح اللہ رب العزت سے محبت میں اضافہ ہوجائے گا۔

❀ جس قدر بھی ممکن ہو افضل الذکر لا الہ الا اللہ کا ورد کثرت سے کریں۔ (الترمذی: 3383) اس طرح زبردست ثواب بھی ملے گا اور اللہ پاک کی محبت بھی بڑھے گی۔

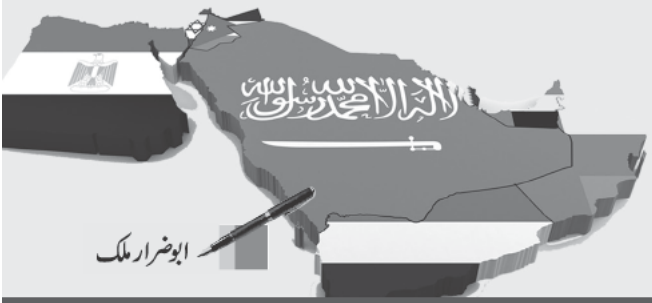
❀ علمائے حق سے مسلسل رابطہ رکھیں۔ ان کی خدمت میں بیٹھیں اور ان کے ارشادات توجہ اور احترام سے سنیں۔ جب ہم علمائے حق کی مجلسوں میں بیٹھیں گے تو قرآن وسنت کے علوم کی مہک ہمیں بھی نصیب ہوجائے گی۔ یوں اللہ تعالیٰ سے محبت بڑھے گی اگر علمائے حق کی خدمت میں بیٹھنے کا موقع نہ ملے تو قرآن کریم اور احادیث کی تشریحات پڑھا کریں۔

❀ احسان کرنے اور انعام دینے والے سے محبت ہوجاتی ہے۔ ہم پر سب سے بڑھ کر انعامات اور احسانات اللہ تعالیٰ نے فرمائے ہیں۔ اس لیے لازم ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے انعامات اور احسانات پر روزانہ غور کریں۔ اس طرح اللہ عزوجل کی محبت نصیب ہوگی۔

❀ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں کثرت سے دعا کی جائے۔ خاص طور پر پانچوں وقت کی نماز کے بعد یہ دعائے داود علیہ السلام ضرور مانگی جائے: «اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ من يُحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِي يُبَلِّغُنِي حُبَّكَ» ''اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت کا، اس شخص کی محبت کا جو تجھ سے محبت کرتا ہو اور اس عمل کا سوال کرتا ہوں جو تیری محبت تک پہنچا دے۔'' (الترمذی: 3490)..... ان تدبیروں کو عمل میں لا کر دیکھیے ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوجائے گی۔ پھر اللہ کی اطاعت کرنا بہت آسان اور گناہ کرنا دشوار تر ہوجائے گا۔

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں





مشرقِ وسطیٰ میں نظریاتی ٹکراؤ

ابوضرار ملک

تہران، واشنگٹن اور تل ابیب میں موافقت کی ہوشربا اندرونی کہانی

اگر ایک جانب پڑوسی ملک کے مشیر کے اس بیان نے مجھے چونکا دیا تو دوسری جانب عرب حکمرانوں کے بھی کان کھڑے ہوگئے ہیں۔ جس خطرے سے راقم پچھلے چار سال سے عرب حکمرانوں کو آگاہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا، اب وہ پیش آئندہ خطرہ ان کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں پر پہنچ گیا ہے تو دوسری جانب پڑوسی ملک کے انتہائی ذمہ داروں نے بھی اپنے چھپے ہوئے عزائم ظاہر کرنے میں کنجوسی سے کام نہیں لیا۔ ایران کی ایک خبر رساں ایجنسی ''ایسنا'' کی رپورٹ کے مطابق مارچ کے پہلے ہفتے میں ایرانی صدر حسن روحانی کے مشیر اور سابق انٹیلی جنس وزیر علی یونسی نے تہران میں ''ایرانی تشخص'' کے عنوان سے منعقد ہونے والے سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ''پورا مشرقِ وسطیٰ ایران کا حصہ ہے۔ ہم اسلامی انتہا پسندی، عثمانی ترکوں اور وہابیوں کا بیک وقت مقابلہ کریں گے۔ ایران کو کوئی معمولی ملک نہ سمجھا جائے بلکہ ایران ایک عظیم الشان شہنشاہیت (قبل الاسلام سلطنت فارس، جس کو توحید کے متوالوں نے جہادی یلغاروں سے ماضی کی تاریخ کا ایک حصہ بنا دیا تھا) ہے اور بغداد اس کا دارالحکومت ہے۔ ایران مشرقِ وسطیٰ میں ایک نئے اتحاد کی داغ بیل ڈالنے والا ہے۔'' 11 فروری کو ایران کی القدس فورس کے سربراہ جنرل قاسم سلیمانی نے ایسے ہی عزائم کا کھل کر اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ''آج ہم اسلامی انقلاب (شیعی فکر) کو پورے خطے میں برآمد ہوتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔ بحرین سے عراق اور شام سے یمن اور شمالی افریقہ تک انقلاب برآمد ہو رہا ہے۔''

اس میں کوئی دو رائے نہیں ہے کہ مشرقِ وسطیٰ میں کھیلے جانے والے اس گھناؤنے کھیل کا اصل و بنیادی مقصد صرف اور صرف ایک مخصوص مکتبہ فکر کے نظریات کا احیاء ہے جس کا وہ صدیوں سے خواب دیکھ رہے ہیں۔ ان کا سب سے بڑا نشانہ سرزمینِ توحید مملکتِ سعودیہ عربیہ ہے۔ اس کی تازہ ترین دلیل یمن کے باغی انتہاپسند حوثیوں کے کمانڈر عبدالمالک الحوثی کا وہ بیان ہے جس میں وہ مملکت اسلامیہ سعودیہ عربیہ کو دہشت گردانہ دھمکی دیتے ہوئے کہتا ہے کہ یمن سے اٹھنے والا انقلاب (درحقیقت بغاوت) سعودی عرب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ ہم نے سعودی عرب کے بارڈر کے ساتھ مشقیں شروع کر دی ہیں اور جلد ہی سعودی عرب پر حملہ کریں گے۔ کیا ''عطار کے لونڈوں'' میں اب اتنی جرات پیدا ہو چکی ہے کہ وہ توحید کے محافظوں کو دھمکائیں۔ درحقیقت ان غلاموں کی

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



لگام ان لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو آج بھی اہل توحید کو اپنا دشمن گردانے کی بھیانک غلطی کا ارتکاب کر رہے ہیں جس کا اسلام اور اس کے

تکریت عراقی گورنری (صوبہ) صلاح الدین کا دارالحکومت اور فاتح بیت المقدس، مجاہد عظیم صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کا آبائی شہر ہے

ماننے والوں کو فائدہ تو نہیں البتہ نقصان ہی نقصان ہے چاہے وہ کسی بھی فریق کا ہو۔ جی ہاں، ایران کی پاسداران انقلاب کور کے کمانڈر میجر جنرل علی جعفری نے ایران کی شورائے نگہبان کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ ''ان کا ملک انقلاب (شیعی فکر) کو برآمد کرنے کے ایک نئے باب میں داخل ہو گیا ہے۔ آج نہ صرف لبنان، ایران کے مؤثر کردار (حزب اللہ کی شکل میں) کو تسلیم کرتا ہے بلکہ شام اور عراق کے لوگ بھی اس کو تسلیم کر رہے ہیں۔''

حیرت تو اس بات پر ہوتی ہے کہ چودہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی وہ اہل توحید کو اپنا حریف سمجھتے ہیں جبکہ دوسری جانب یہ حال ہے کہ اسلام کے سب سے بڑے اور سخت ترین دشمن کو بھی اپنی دوستی کا یقین دلانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ تہران ''فارن ڈیسک'' واشنگٹن (اے پی پی) 6 مارچ کو ایران کے وزیر خارجہ جاوید ظریف نے امریکی ٹی وی چینل کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ ''ایران کا اسرائیل کو تباہ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ نیتن یاہو تاریخ کا مطالعہ کریں کہ ہم (ایرانی بادشاہوں) نے 3 بار یہودیوں کو بچایا تھا۔ جاوید ظریف نے یہودیوں کو یاد دہانی کراتے ہوئے کہا کہ ایرانی بادشاہ سائرس اعظم (ذوالقرنین) کے عہد اور دوسری جنگ عظیم کے دوران میں بھی یہودیوں کو بچایا تھا'' (پھر کیا ہوا، ملعون یہودی عالمِ اسلام کے دل میں خنجر گھونپنے میں کامیاب ہو گئے جو آج تک ناسور بن کر بے گناہ اور نہتے مسلمانوں کا خون پی رہے ہیں) ظریف نے کہا کہ ''اس وقت ایران میں مقیم یہودیوں کی تعداد 20 ہزار سے زائد ہے اور ان کو پارلیمنٹ میں نمائندگی بھی حاصل ہے۔'' (ہے نا حیرت کی بات، یہودیوں کے مقابلے میں ایران میں اہل سنت کی تعداد تیس لاکھ سے زائد ہے جبکہ ان کو پارلیمنٹ میں کوئی نمائندگی حاصل نہیں ہے اور نہ تہران میں اہل سنت کی کوئی مسجد ہے)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت سعودی عرب اور ایران کو شام اور عراق میں داعش کی شکل میں ایک ہی جیسی نئی جارحیت کا سامنا ہے۔ لیکن انتہائی افسوس کے ساتھ عرض کرنا پڑ رہا ہے کہ ایک مخصوص مکتبہ فکر اور اس کی عسکری و مذہبی قیادت اپنی افرادی قوت کو داعش کی جارحیت کے خلاف استعمال کرنے کے ساتھ ساتھ خطے کو ایک نئی نظریاتی جنگ کی طرف بھی لے جا رہی ہے۔ ایرانی خبر رساں ایجنسی ''فارس'' نے تکریت کو القدس فورس کا نیا مرکز قرار دیتے ہوئے کہا کہ ''تکریت کو آزاد کرانے میں ایرانی ملیشیا کا کردار کئی حوالوں سے اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ یہ شہر عراق کے سابق ڈکٹیٹر صدام حسین کا آبائی وطن ہے اور اس شہر کو تاخت و تاراج کرنا ایرانیوں کی خواہش رہی ہے۔'' چونکہ صدام کے دور میں تو یہ خواہش پوری نہیں ہو سکی لیکن وہ اب اسے اپنی علامتی فتح کے لیے شہر میں داعش اور البعث پارٹی کی قیادت کے خلاف آپریشن کر رہے ہیں۔ (خیال رہے کہ تکریت عراقی گورنری (صوبہ) صلاح الدین کا دارالحکومت اور فاتح بیت المقدس، مجاہد عظیم صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کا آبائی شہر ہے۔ آزاد عرب ذرائع ابلاغ کے مطابق تکریت سے ایسی اطلاعات اور تصاویر منظر عام پر آ رہی ہیں کہ یہاں فرقہ وارانہ جرائم بھیانک رخ اختیار کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عراق کے اہل سنت اور ان کی قیادت ایک انجانے خوف اور عدم تحفظ کا شکار ہو چکے ہیں کیونکہ انھیں اسی طرح کے حالات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے جیسے حالات شام میں سفاک بشار کے ہاتھوں بے گناہ اور نہتے مسلمانوں کو برداشت کرنا پڑ رہے ہیں۔ حزب اللہ، عراقی شیعہ ملیشیا اور ایرانی پاسداران انقلاب داعش کے خلاف کیے گے آپریشن کی آڑ میں تکریت اور صوبہ صلاح الدین میں جو کچھ کر رہے ہیں، یہ شام میں ہونے والے واقعات کا ہی عکس ہے۔ برطانوی اخبار ''ڈیلی میل'' اور امریکی ٹی وی ''اے بی سی نیوز'' نے اپنی رپورٹس میں کہا ہے کہ امریکی تربیت یافتہ عراقی افواج اور شیعہ ملیشیا صدام حسین کے آبائی قصبے تکریت میں داعش کے خلاف کارروائی کے نام پر انسانی حقوق کی بدترین خلاف ورزی کی مرتکب ہو رہی

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



ہیں جس نے داعش کو بھی مات دے دی ہے۔ سنی آبادیوں کو جلایا جارہا ہے، مقامی مسلمانوں کو داعش کا جنگجو قرار دے کر اونچی اونچی عمارتوں سے زندہ پھینکا جارہا ہے، ان کے سرکاٹ کر ان سے فٹ بال کھیلا جارہا ہے اور ان کی لاشوں کو مسخ کیا جارہا ہے ۔ بڑھتے ہوئے ان وحشت ناک جرائم پر عراق کے ممتاز سنی عالم دین محترم شیخ عبدالستار بھی پھٹ پڑے اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ اپنے اہلکاروں کو فوری طور پر ایسی وحشیانہ کارروائیوں سے روکے۔ انھوں نے حکومت کو خبردار کرتے ہوئے کہا کہ اگر اس سلسلے کو نہ روکا گیا تو عراق میں فرقہ وارانہ بنیادوں پر جنگ شروع ہو جائے گی۔

پڑوسی ملک کس حد تک جذباتی اور مذہبی جنونیت کے ساتھ مشرقِ وسطیٰ میں غیر قانونی اور غیر اخلاقی طور پر ملوث ہے، چند واقعات اور بیانات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ایرانی خبر رساں ایجنسی ''ایسنا'' کی رپورٹ کے مطابق 3 مارچ بروز منگل جنوبی شام کے شہر درعا میں مزاحمت کاروں کے ساتھ لڑائی میں 16 ایرانی اور افغان باشندے مارے گئے ہیں۔ مرنے والوں میں پاسداران انقلاب کا ایک کرنل بھی شامل ہے جس کی شناخت محمد صاحب کرم اردگانی کے نام سے کی گئی ہے۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق مارے جانے والے افغان باشندے سید حسن حسینی، حمید یزدانی، نعیم رضائی اور محمد رضائی کو تہران میں دفنایا گیا ہے۔ مارے جانے والوں میں افغان شیعہ رضا کاروں پر مشتمل ''فاطمیون بریگیڈ'' کا ایک اہم افغان کمانڈر علی رضا توسلی بھی شامل تھا جو سفاک بشار الاسد کی حمایت میں مزاحمت کاروں کے خلاف لڑائی میں شامل تھا۔ شام میں مارے گئے ان افغانوں کے لیے ایران کے دوسرے بڑے اور مقدس شہر ''مشہد'' میں حکومت کی طرف سے دعائیہ تقریب کا اہتمام بھی کیا گیا۔ واضح رہے کہ دسمبر 2014ء میں عراق کے مغربی شہر سامراء میں پاسداران انقلاب کا بریگیڈیئر جنرل حمید تقوی بھی جنگجوؤں کے خلاف لڑتا ہوا مارا گیا تھا۔

ابھی علی رضا توسلی کی ہلاکت کو چند دن ہی ہوئے تھے کہ ان کی جگہ ''فاطمیون بریگیڈ'' کا بننے والا نیا سربراہ مہدی صابری بھی اپنے تین افغان ساتھیوں سمیت مزاحمت کاروں کے خلاف ایک خونریز معرکہ میں مارا گیا۔ مہدی صابری کی ہلاکت کی تصدیق پاسداران انقلاب کی ترجمان نیوز ویب سائٹ ''دفاع پریس'' نے بھی کی ہے۔

اسی طرح خبر رساں ادارے ''رائٹر'' کے مطابق یہ پہلی مرتبہ ہوا ہے کہ عراق کے شیعہ ملیشیا گروپ عصائب الحق اور دوسرے جنگجو گروپوں نے کھلے عام شام میں بشار الاسد کی حمایت میں لڑنے کا اعتراف کرلیا ہے۔ شیعہ جنگجوؤں کا کہنا ہے کہ انھیں اس سے کوئی غرض نہیں ہے کہ آیا مزارات اور مقدس مقامات کی حفاظت کے لیے یا پھر اسد کے دستوں کا ساتھ دینے کے لیے اس جنگ میں شریک ہوا جائے۔ ہم شام اور عراق کی جنگ میں شامل ہونے کو جائز سمجھتے ہیں۔ ''رائٹر'' کے بقول، جس کے بعد شام اور عراق میں شیعہ جنگجوؤں کو بھرتی کرنے کے عمل میں تیزی آئی ہے۔ یہی وہ تلخ حقائق تھے کہ ایران کے ایک سخت گیر مؤقف رکھنے والے رکن پارلیمنٹ نے یہ کہنے کی جرأت کی، کہ ایران اب چار عرب ملکوں کے دارالحکومتوں کو کنٹرول کر رہا ہے: 1 بیروت، 2 دمشق، 3 بغداد اور 4 صنعاء۔ (بی بی سی)

ساتھ ہی امریکہ ایران کے درمیان جوہری معاملے پر مذاکرات نے خطے میں جلتی پر تیل کا کام کیا ہے اور ایرانی قیادت ان مذاکرات کے توسط سے خطے کے عرب ممالک کو بلیک میل کرنے کی ناکام کوشش کر رہی ہے۔

مندرجہ بالا انتہائی اشتعال انگیز بیانات اور شرمناک مداخلت کے بعد ہی آخر کار مملکتِ سعودیہ عربیہ کے نائب ولی عہد اور وزیر داخلہ شہزادہ محمد بن نائف یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ بعض ریاستوں اور حکومتوں کے ایسے گماشتہ دہشت گرد گروپ موجود ہیں جو اپنی توانائیوں کو سرزمین توحید کی سلامتی اور استحکام تہ وبالا کرنے کے لیے صرف کر رہے ہیں اور وہ ہمارے وجود کے تسلسل کے منافی سرگرمیوں میں ملوث ہیں۔

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ملعون یہودیوں اور صلیبیوں نے اپنے مخصوص مفادات کے لیے سنی شیعہ اختلافات کو ہمیشہ ہوا دی۔ لیکن آج کے صلیبی اور ان کے ایرانی اتحادی ملعون یہودیوں کی چال میں آکر خطے میں فرقہ وارانہ جنگ کا حصہ بن چکے ہیں۔ وہ شام میں علویوں کی جانب سے اور عراق میں عراقی شیعوں کی طرف سے لڑ رہے ہیں۔

بقیہ: صفحہ نمبر 72 پر

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



تاریخ اہلحدیث

افق تاریخ کا ایک نیّرِ تاباں

حافظ صلاح الدین یوسف

''تقلید اور عمل بالحدیث'' یا ''تقلیدی مذاہب اور فکر محدثین'' یا ''منہج سلف اور تقلیدی منہج'' یا ''اہل الحدیث اور اہل الرائے'' اس موضوع کے لیے یہ سب ہی عنوانات موزوں و مناسب ہیں اور ان میں سے بعض اس موضوع سے متعلقہ مباحث میں استعمال بھی ہوتے چلے آرہے ہیں۔

یہ موضوع اتنا اہم اور نازک ہے کہ اس کا ادراک اور اس پر عمل پیرا ہوئے بغیر سرے سے فکر صحیح و مستقیم کا حصول ممکن ہی نہیں۔ اسی طرح یہ موضوع نہایت الم ناک بھی ہے کہ ہر چند مدعیانِ علم و تقویٰ، اصحاب جبہ و دستار، وارثانِ منبر و محراب اور جانشینانِ مسند رسالت نے زعم اکثریت میں مَاوَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَ نَا کا راگ تو اونچے سُروں سے نہیں الاپا لیکن اکابر پرستی یا بلا جواز حسن ظن کی بنیاد پر رویہ وہی اپنایا جس کا اظہار مذکورہ آیت قرآنی میں کیا گیا ہے۔

یہی وہ تقلیدی رویہ ہے جس کے حاملین اور عاملین سے وہ اہل حق و صدقت ہر دور میں نبرد آزما رہے ہیں جو صحابہ و تابعین کے منہج کے پیروکار تھے اور ہیں۔ بارہویں صدی ہجری میں غیر منقسم ہندوستان (برصغیر پاک و ہند) میں بھی جب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی مساعیٔ حسنہ سے تقلیدی جمود کی بندشیں ڈھیلی پڑھیں جن پر ان کے پوتے شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ وغیرہ نے بھی کاری ضربیں لگائیں۔ پھر اسی مسند علم کی جانشینی، شاہ اسحٰق کے بعد شیخ الکل سید میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے حصے میں آئی اور انھوں نے پون صدی تک حدیث کا درس اس شان سے دیا کہ اس کے نتیجے میں اہل علم و فضل کی ایک ایسی ٹیم تیار ہوئی جس میں محدث بھی تھے اور شارحِ حدیث بھی، اصحاب قلم و قرطاس مصنفین بھی تھے اور جلیل القدر معلمین بھی۔ دعوت و تبلیغ کے علمبردار بھی تھے اور بحث و مناظرہ کے شاہ سوار بھی۔ میدان کارزار کے مردانِ مجاہد بھی تھے اور نالہ ہائے نیم شبی کے محرم اسرار بھی، ملت اسلامیہ کے سچے خیر خواہ اور ان کی صلاح و فلاح کے لیے مضطرب و بے قرار بھی اور کفر و شرک کے لیے تیغ بے دریغ اور حق کی للکار بھی۔

علم و عمل کے سارے میدانوں اور شعبوں میں ان کی انتھک جہد مسلسل سے عمل بالحدیث کی تحریک کا ایسا غلغلہ بلند ہوا کہ حالی کے الفاظ

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



میں بہ ادنیٰ تصرف صورت حال یہ ہوگئی۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
''زمیں ہند'' کی جس نے ساری ہلادی

تاریخ اہلحدیث کی زیرنظر پانچویں جلد اسی غلغلے کی صدائے بازگشت اور اس کشاکش کی روداد ہے جو اس وقت اس تحریک کی بدولت برپا ہوئی اور باہم معرکہ آرائی سے سرزمین ہند میں زلزلہ سا رونما ہوا۔ بلاشبہ اس روداد کا ایک ایک ورق بڑا قیمتی تھا لیکن اس پر لیل ونہار کی گردشوں کی گرد جمتی جارہی تھی، یا دیمک کی نذر ہورہی تھی، یا ذاتی یا پبلک لائبریریوں میں مدفون، یا گلدستۂ طاق نسیاں تھی۔ بڑا خدشہ تھا کہ وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ یہ اوراق پارینہ ع

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا، جو سنا افسانہ تھا

کا مصداق بن کر یکسر نابود ہوجائیں۔

لیکن مستقبل کا حال صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ اللہ کی مشیت اور علم میں تھا کہ مردے ازغیب اٹھے گا اور اس سارے تاریخی مواد کو کونوں کھدروں سے ڈھونڈ نکالے گا، اسے جھاڑ پونچھ کر صاف کرے گا اور حسن سلیقہ سے مرتب کرکے اسے نئی زندگی عطا کردے گا جس سے سلفیان ملت کے مشام جان بھی ان کے عظیم اسلاف کے تذکرے کی مہک سے معطر ہوں گے اور ان کے عزم و ہمت کی داستانوں سے ایک ولولۂ تازہ بھی ملے گا۔

یہ مردے ازغیب، یا وہ دیوانہ جس کے نام یہ قرعۂ فال نکلا، ڈاکٹر محمد سلیمان اظہر یا ڈاکٹر محمد بہاؤالدین ہے۔ یہ ایک ہی حقیقت کے دو جلوے ہیں یا ایک ہی شخصیت کے دو نام، یا ایک ہی پیکر کے دو روپ، یا ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں۔ یہ کسی کے علم تو کیا، وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ حادثاتی طور پر پاکستان سے برطانیہ جا بسنے والا یہ مردِغیب، جو رہین ستم ہائے روزگار بھی رہا، لیکن اپنے دو محبوب و مرغوب موضوعات سے کبھی غافل نہیں رہا۔ تحریک ختم نبوت اور تاریخ اہلحدیث۔ کسے معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ اس سے ان دونوں موضوعات پر ایسا یادگار کام لے گا جو اسے تاریخ کے ایوان میں اَمر کردے گا۔

ہرگز نہ میرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است برجریدۂ عالم دوامِ ما

یہ دونوں موضوع پاکستان میں بھی اس کے انہماک کا مرکز ومحور تھے اور برطانیہ میں بھی اس کے لیل ونہار انھی عنوانات ومیلانات کے لیے بسر ہوئے جس کا نتیجہ اس شان سے اہل علم و تحقیق کے سامنے آیا ہے۔

کچھ حقائق، کچھ معارف، کچھ لطائف، کچھ نکات
اس طرح بکھرے پڑے ہیں جیسے تاروں کی برات

تحریک ختم نبوت میں مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے اعوان و انصار کی اصل تحریریں اور ان کے جواب میں علمائے اسلام، بالخصوص علمائے اہلحدیث کے تحریری سرمائے کو جمع کردیا گیا ہے۔ اس طرح دونوں فریقوں کی اصل تحریریں ایک جگہ یک جا کردی گئی ہیں۔ اس پر 30 جلدیں مکمل ہیں اور 16,15 جلدوں کا مزید مواد اکٹھا کرلیا گیا ہے۔ اس طرح یہ جلدیں شاید پچاس کی تعداد سے بھی تجاوز کرجائیں۔

تاریخ اہلحدیث کا انداز بھی یہی ہے۔ اردو میں عمل بالحدیث کی ان تحریری کاوشوں کا آغاز انیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر، یعنی 1857ء سے پہلے سے ہوا جس میں شدت مولانا بٹالوی کے اشتہار ''مسائل عشرہ'' سے آئی جو مئی 1877ء کے اخبار سفیر ہندوستان امرتسر میں بطور ضمیمہ شائع ہوا۔ پھر عمل اور ردّعمل کا ایسا غیر منقطع سلسلہ شروع ہوا جو تقریباً ایک صدی تک زور شور سے جاری رہا اور اپنے پیرائے میں تاحال جاری ہے اور بظاہر اس کے ختم ہونے کے امکان وآثار بھی نظر نہیں آتے۔ اس لیے کہ تقلیدی جمود نے صدیوں سے اپنے پنجے گاڑے ہوئے ہیں اور عاملین حدیث کی بے مثال جدوجہد اور ان تھک کوششوں کے باوجود دلوں کے قفل مکمل طور پر کھل نہیں سکے ہیں، کیونکہ ان قفلوں کی چابی ''تدبُّر'' اور ''جذبہ اتباع سنت'' ہے جس سے اہل تقلید کی اکثریت محروم ہے۔ اِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبِّی.

اس جلد (پنجم) میں فریقین کا تحریری مواد بڑے سلیقے سے یکجا ہوگیا ہے یہ سلسلہ اگلی کئی جلدوں تک چلے گا۔ فریقین کی ان تحریروں کو جو بھی نگاہِ حق شناس، غیر جانبداری اور حق وصواب کی طلب صادق سے پڑھے گا، ان شاء اللہ اسلام کی وہ صراط مستقیم پالے گا جس کا اعلان اللہ نے اپنے ختمی مرتبت پیغمبر ﷺ کی لسانِ صداقت ترجمان سے کرایا۔

﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ﴾ (الانعام 153:6) اور یہ صراط مستقیم وہی صحابہ و تابعین کا منہج ہے جس کے اتباع کی دعوت

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں





علمائے اہلحدیث نے دی لیکن اس دعوت سے، اس ''السبیل'' کے بھول جانے یا بھلادینے والوں اور ''السُّبُل'' کو اختیار کرکے تفرق و تحزُّب کے راہروؤں کے ایوانوں میں زلزلہ سا آگیا اور وہ خم ٹھوک کر حریفانہ کشاکش پر اتر آئے حالانکہ انھیں اس کا حلیف بننا چاہیے تھا نہ کہ حریف، اس کا دست و بازو بننا چاہیے تھا نہ کہ رقیب، اس کے لیے دیدہ و دل فرش راہ کرنے کی ضرورت تھی نہ کہ کانٹے بچھانے کی، کیونکہ یہ اس چشمۂ صافی کی دعوت تھی جس پر رسول اللہ ﷺ اپنی امت کو چھوڑ گئے تھے اور ان ندی نالوں سے اجتناب کی تلقین تھی جنھوں نے آب حیات کے اس چشمۂ صافی کو مکدر کردیا تھا۔

لیکن مَاشَاءَ اللّٰہ کَانَ وَمَالَمْ یَشَأْ لَمْ یَکُنْ معاملہ اس کے برعکس ہوا اور میدان کارزار گرم کردیا گیا، تیروتفنگ کے رخ ان مصلحین امت کی طرف کردیے گئے اور سادہ لوح عوام کو، یا اپنے فتراک کے نخچیروں کو، یا اپنے گلّے کی بھیڑوں کو یہ باور کرایا گیا کہ تیرہویں صدی ہجری میں یہ ایک نیا فرقہ ظہور پذیر ہوا ہے، اس سے بچ کر رہنا، ان کے قریب نہ پھٹکنا، ان کی باتیں نہ سننا بلکہ ان کو اپنی مسجدوں تک میں داخل نہ ہونے دینا، ان کو مقدمات میں پھنسایا گیا، عدالتوں میں گھسیٹا گیا اور ان کے خلاف ہر حربہ اور ہتھکنڈا اختیار کیا گیا۔ لیکن صراط مستقیم کے ان راہیوں نے اور حق و صداقت کے ان متوالوں نے راستے کے ان سنگ ہائے گراں کی کوئی پروانہیں کی، اور اس کاروان حق کی جادہ پیمائی متواتر جاری رہی، جنوں کی حکایات خوں چکاں رقم ہوتی رہیں، ہرچند اس میں ان کے ہاتھ بھی قلم ہوتے رہے لیکن سرفروشی کی تمنا دلوں میں لیے بازوئے قاتل سے نبرد آزما رہے۔ گویا ان کا معاملہ ع

بڑھتا ہے ذوق ''جرم'' یاں ہر سزا کے بعد والا رہا۔

یا قرآن کریم کے الفاظ میں: ﴿اَلَّذِیْنَ قَالَ لَھُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْھُمْ فَزَادَھُمْ اِیْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ﴾ (آل عمران 3:173)

یہ داعیانِ حق، دین حنیفی کے پیروکار اور خالص بے آمیز اسلام کے علم بردار یہی صدائے حق لگاتے رہے کہ تم اسلام کے صاف شفاف چشمے میں تقلید کا زہر گھول کر اس کی بے داغ شفافیت اور بے آمیزی کو ختم کرنے سے باز نہیں آتے اور اس جرم عظیم کے ارتکاب کے باوجود کہ اللہ نے اس کی کوئی دلیل نازل نہیں کی، تم مواخذۂ الٰہی سے بے خوف نہیں ہو، تو ہم تمھاری داروگیر اور لومۃ لائم سے خوف زدہ کیوں ہوں؟ ﴿وَکَیْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَکْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّکُمْ اَشْرَکْتُمْ بِاللّٰہِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِہٖ عَلَیْکُمْ سُلْطٰنًا﴾ (الانعام 6:81) یہاں شرک سے مراد، اللہ کے ذمے وہ بات لگانا ہے جس کی کوئی دلیل اللہ نے نازل نہیں کی (جیسے تقلید کا وجوب ہے)

تاریخ اہلحدیث کے اس حصے میں رُدود و مناقشات کے ساتھ درد والم کی وہ تفصیلات بھی نقوشِ جاوداں کی طرح آگئی ہیں جو عزم و استقامت کی وادیٔ پرخار کے آبلہ پاؤں کے حصے میں آتی ہیں۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خوں غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

اللہ تعالیٰ جس کو بصارت کے ساتھ بصیرت بھی دے اور اس کے دل کے دریچے وا ہوجائیں تو وہی بہ آسانی اندازہ کرسکتا ہے کہ فریقین کی اس محاذ آرائی اور کشاکش میں حق و صداقت کا علم بردار کون تھا، کون رہا، اور کون ہے؟ اس تقلید جامد کے رسیا، جس نے گمراہیوں اور قرآن وحدیث کی نصوص صریحہ سے انحراف کے راستے کھول دیے؟ یا وہ جنھوں نے اس رخنہ اندازی کو روکنے اور ختم کرنے کی مساعیٔ جلیلہ کیں اور کررہے ہیں؟ اَیَّدَھُمُ اللّٰہُ بِنَصْرِہِ الْعَزِیْزِ وَکَثَّرَاللّٰہُ سَوَادَھُمْ: ﴿فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ﴾ (الأنعام 6:81)

اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب موصوف کو کامل صحت و عافیت کی تب وتاب کے ساتھ تادیر زندہ و درخشندہ رکھے تاکہ وہ تاریخ کے اس زریں باب کو مکمل اور اس سلسلۃ الذہب کی ساری کڑیوں کو باہم جمع کرسکیں۔ آمین۔ وما ذالك على الله بعزيز۔

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

پاک و ہند کے جو رفقاء و احباب ان کے ساتھ تعاون کررہے ہیں، اللہ ان کی بھی حفاظت فرمائے اور اس علمی و تحقیقی کہکشاں کو اس وقت تک برقرار رکھے جب تک افق تاریخ پر طلوع ہونے والا یہ نیر تاباں اپنے پورے جمال وکمال کے ساتھ مکمل نہیں ہوجاتا۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



ڈاکٹر حافظہ خولہ کوثر علوی

جلد ختنہ کرانے کے فوائد اور حکمتیں

بے حسی یا جہالت؟

ختنہ امور فطرت میں سے ہے۔ اس کی بڑی اہمیت ہے۔ اہل علم نے اسے واجب قرار دیا ہے اور اس کے احکام و مسائل پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ لیکن افسوس کہ اس فطری عمل کی انجام دہی میں ہمارا مسلم معاشرہ خاصی کوتاہی کا مرتکب ہو رہا ہے۔ حتیٰ کہ بعض دیندار گھرانے، جو اس کی اہمیت و فوائد سے بخوبی آشنا ہیں، وہ بھی مستحب طریق سے اس پر عمل کرنے سے گریزاں نظر آتے ہیں۔ میں نے عقیقے کی تقریبات میں اور دیگر مواقع پر متعدد خواتین سے ملاقات کی اور ان سے بچوں کے ختنوں کے متعلق دریات کیا تو اکثر خواتین نے بتایا کہ ان کے ہاں بڑی عمر میں بچوں کے ختنے کرنے کا رواج ہے۔ رسم و رواج کی تقلید اکثر گھرانوں میں ختنوں کی تاخیر کا باعث نظر آئی۔ بہت کم گھرانے ایسے ملے جن میں بروقت ختنے کرانے کا اہتمام ہو۔ اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ اس موضوع پر قلم اٹھایا جائے اور اس کی اہمیت، احکام اور طبی فوائد سے قارئین ضیائے حدیث کو آگاہ کیا جائے۔

کیا ختنہ ضروری ہے؟

ختنہ اسلام کا شعار ہے اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ''سنت'' ہے۔ اس کے بارے میں صحیح ترین قول یہ ہے کہ یہ واجب ہے اور اس کا ترک کرنا جائز نہیں۔ ختنہ کے متعلق دن کا تعین کسی صریح اور صحیح حدیث میں نہیں ملا۔ بعض آثار ہیں جن کی روشنی میں ساتویں دن ختنہ کرنے کو مستحب قرار دیا گیا ہے۔ سعید بن مسیّب کا کہنا ہے کہ سب سے پہلے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنا ختنہ کیا تھا۔ (المؤطا: 3408) اس وقت ان کی عمر اسی سال سے زائد تھی۔ (صحيح البخاري: 6298) اگر ختنہ کرنا معمولی مسئلہ ہوتا تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام اسی سال کی عمر میں اپنا ختنہ خود نہ کرتے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿ثُمَّ اَوۡحَيۡنَا اِلَيۡكَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا﴾ ''پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ یکسو رہنے والے ابراہیم کی ملت کا اتباع کیجیے۔'' (النحل 16:23) مستحب یہ ہے کہ ولادت سے ساتویں دن عقیقہ کے ساتھ ختنہ

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



بھی ہوجانا چاہیے۔ اسلام میں مسلمان مرد کا ختنہ کرنا ضروری ہے اور جو اسے نہیں کرے گا وہ گناہ گار ہوگا۔

ختنہ کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث سے لگائیں جس میں آقائے دوجہاں ﷺ نے فرمایا: ''بے ختنہ آدمی کو اسلام میں برداشت نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ ختنہ کرالے، خواہ اس کی عمر اسّی سال ہو۔'' (سنن کبریٰ بیہقی: 324/8) بے ختنہ آدمی پاک نہیں ہوسکتا اور جب تک ایک مسلمان طہارت نہ کرسکتا ہو، تو وہ وضو نہیں کرسکتا اور نماز نہیں پڑھ سکتا۔ لہٰذا پاک رہنے اور نماز کی ادائیگی کے لیے بھی ختنہ ناگزیر ہے۔ بے ختنہ شخص کی طہارت، وضو اور نماز کچھ بھی صحیح نہیں ہوگا۔

ختنہ ایک مسلمان کو دوسرے مذاہب کے پیروکاروں سے ممتاز کرتا ہے۔ مشرق ومغرب کے میڈیکل ڈاکٹرز اس بات پر متفق ہیں کہ ختنہ انتہائی ضروری ہے۔ مسلمانوں کے علاوہ یہودی بھی ختنے کو مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں۔ عیسائی جو کچھ عرصہ پہلے تک مسلمانوں کا ختنہ کرانے پر مذاق اڑاتے تھے، اب جدید ریسرچ کی وجہ سے خود بھی ختنہ کرانے کی طرف مائل ہیں۔ آج مغرب کے ہسپتالوں میں بچے کا ختنہ ہسپتال والے خود کرانے پر زور دیتے ہیں۔

ہندو، سکھ، پالسٹ (Paulist) وغیرہ اگر ختنے کے خلاف ہیں تو یہ صرف تعصب ہے وگرنہ مذہب کے علاوہ آج کی میڈیکل سائنس بھی ختنے کو ناگزیر تسلیم کرتی ہے کیونکہ اس کی وجہ سے بہت سی بیماریوں سے بچنا ممکن ہے، مثلاً:

① ختنے کے ذریعے عضو تناسل کی مختلف النوع بیماریوں سے روک تھام ممکن ہے۔

② بے ختنہ آدمی کو بیشاب کی جگہ پر سرطان کا مرض لاحق ہوسکتا ہے جو ایک مہلک بیماری ہے۔ اس کے علاوہ مثانے اور دیگر اس طرح کی بیماریوں کے امکانات بہت بڑھ جاتے ہیں۔ یہ انفیکشن زیادہ تر ایک جراثیم (E.Coli) کے باعث ہوتے ہیں۔

③ یہ عضو کی صفائی کے لیے لازمی ہے کیونکہ ختنے والی جگہ، یعنی سپاری یا حشفہ (Head of the peins) کے اوپر جو کھال چڑھی ہوتی ہے اس کے نیچے ایک لعابی نوعیت کی غلاظت جمع ہونا شروع ہوجاتی ہے جسے اردو میں صابونیہ اور انگلش میں اسمگما (Smegma) کہتے ہیں۔ یہ چربی دار اخراج ہوتا ہے۔ جب یہ اخراج سپاری کے چاروں طرف جمع ہوجاتا ہے تو انفیکشن کا باعث بن جاتا ہے جس سے دوسری بیماریاں جنم لیتی ہیں۔

ساتویں دن ختنہ کے طبی فوائد

ختنہ فطری عمل ہے اور فطرت پر عمل کرنے سے دنیا وآخرت دونوں میں کامیابی یقینی ہے۔ استحباب پر عمل کرتے ہوئے ساتویں دن عقیقہ کرنے سے ایک تو فطرت پر عمل ہوجاتا ہے۔ دوسرے طبی لحاظ سے یہ بچے کے لیے فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔ ساتویں دن ختنے کرانے کے کئی فوائد حسبِ ذیل ہیں:

① بچے کی ہیموگلوبن (HB) 20 گرام تک ہوتی ہے اور یہ آہستہ آہستہ 15 گرام تک آجاتی ہے۔ ختنہ کرانے سے جب خون بہتا ہے تو خون کا یہ اخراج بچے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے بچے کا زخم تیسرے یا چوتھے دن تک ٹھیک ہوجاتا ہے اور زخم میں انفیکشن بھی نہیں ہوتی۔ بچے کا جسم انتہائی نرم و نازک ہونے کی وجہ سے زخم جلدی صحیح ہوجاتا ہے۔

② ختنہ جتنا لیٹ کرتے ہیں اتنے ہی خون زیادہ بہنے کے خدشات بڑھ جاتے ہیں۔ بچہ جتنا بڑا ہوتا ہے اتنی ہی اس کی ٹانگوں کی حرکت بڑھ جاتی ہے۔ لہٰذا بچوں کے ٹانکیں مارنے سے یا چلنے پھرنے سے انفیکشن ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ بعض اوقات ختنے کا زخم بگڑ جائے تو ٹھیک ہونے میں کئی دن لگ جاتے ہیں۔

③ ساتویں دن ختنہ کرانے سے درد کم ہوتا ہے کیونکہ ابھی بچوں میں درد کے اعصاب پوری طرح پروان نہیں چڑھے ہوتے۔ بعد میں ختنہ کرانے کی صورت میں درد بھی خاصا ہوتا ہے۔ بچے بہت تنگ کرتے ہیں، ان کو بڑی مشکل سے کنٹرول کیا جاتا ہے، بعض دفعہ تو بچوں کو بے ہوش کرکے ٹانکے بھی لگانے پڑتے ہیں جن میں پیپ پڑ جانے کا خطرہ بھی ہوتا ہے۔ اگر بچہ پڑھنے کی عمر تک پہنچ چکا ہو تو اس کی مسجد اور اسکول کی پڑھائی کا تعلیمی حرج ہوتا ہے جس سے اس بچے کی پوزیشن ڈاؤن ہوجاتی ہے اور یہ ماؤں کے لیے الگ دردِ سر بن جاتا ہے۔

اگر بچہ مختون پیدا ہو؟

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



جو بچہ ختنہ کیا ہوا پیدا ہو (اور ایسے کیسز بہت کم ہوتے ہیں)، یعنی عضو تناسل کے منہ پر کھال کا غلاف نہ چڑھا ہوا ہو تو پھر اس بچے کا ختنہ کرنا ضروری نہیں ہے۔

نومسلم بالغ لڑکے کا ختنہ

اگر کسی غیر مسلم نے بلوغت کے بعد یا پہلے اسلام قبول کرلیا اور وہ غیر مختون ہو تو اس کا قبول اسلام کے بعد ختنہ لازمی ہے۔ خواہ اس کی کتنی بڑی عمر ہی کیوں نہ ہو۔ سوائے اس کے کہ وہ اتنا لاغر ہو کہ ختنے کی صورت میں اس کی موت واقع ہونے کا اندیشہ ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص بغیر ختنہ کرائے جوان ہوگیا ہو تو اس کے لیے بھی ختنہ لازمی ہے۔ اگر وہ خود اپنا ختنہ کرسکتا ہے تو بہتر ورنہ کسی دوسرے جراح، نائی اور ڈاکٹر وغیرہ سے ختنہ کرانا درست ہے۔

ایک آدمی اسلام قبول کرنے کے بعد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اسے حکم دیا: ''حالت کفر والے بال اتار دو اور ختنہ کرالو۔'' (سنن أبي داود: 356)

ختنے کی دعوت قبول کرنا

اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ محقق علماء اس طرح کی دعوت میں حاضری کو درست نہیں سمجھتے۔ وہ اسے اس لیے ناجائز قرار دیتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے عہدِ مبارک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہ ختنے کی دعوت کرتے تھے اور نہ دوسروں کو بلاتے ہی تھے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن ابو عاص رضی اللہ عنہ کو ختنے کی دعوت میں بلایا گیا تو انھوں نے دعوت قبول کرنے سے انکار کردیا۔ کسی نے اس بارے میں ان سے دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا: ''ہم رسول اللہ ﷺ کے عہدِ مبارک میں ختنے کی دعوت میں نہیں جاتے تھے اور نہ اس کے لیے ہمیں بلایا ہی جاتا تھا۔'' (مسند أحمد: 217/4)

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ختنہ کی دعوت دی جائے تو اسے قبول نہ کیا جائے، البتہ ولیمے کی دعوت دی جائے تو اس کے قبول کرنے کا ذکر سنت میں مذکور ہے۔'' (المغني لابن قدامة: 117/8)

یعنی عقیقے کی دعوت قبول کرنا تو درست ہے اور عقیقے کے ساتھ ختنے کے فریضے کی ادائیگی بھی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اگر ساتویں روز عقیقہ نہ کیا جائے اور صرف ختنہ کیا جائے، میٹھے اور نمکین چاولوں کی دیگیں پکالی جائیں تو یہ مسنون طریقہ نہیں ہے۔ اسی طرح اگر ساتویں روز ختنہ نہ کیا جائے اور بعد میں دو، تین سال یا کسی بھی عمر میں ختنہ کرکے اس روز دعوت کرلی جائے دھوم دھام سے، اور سلامیاں اور تحائف وصول کیے جائیں تو یہ غیر مسنون طریقہ ہے۔ یہ اطاعتِ نبی ﷺ نہیں بلکہ اطاعتِ برادری ہے۔

ہاں اگر کسی شرعی مجبوری کی وجہ سے ساتویں روز ختنہ نہ کیا جاسکے تو پھر بعد میں بھی جتنی جلدی ممکن ہو، اس فریضے کو ادا کردینا چاہیے اور خواہ مخواہ کی تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔

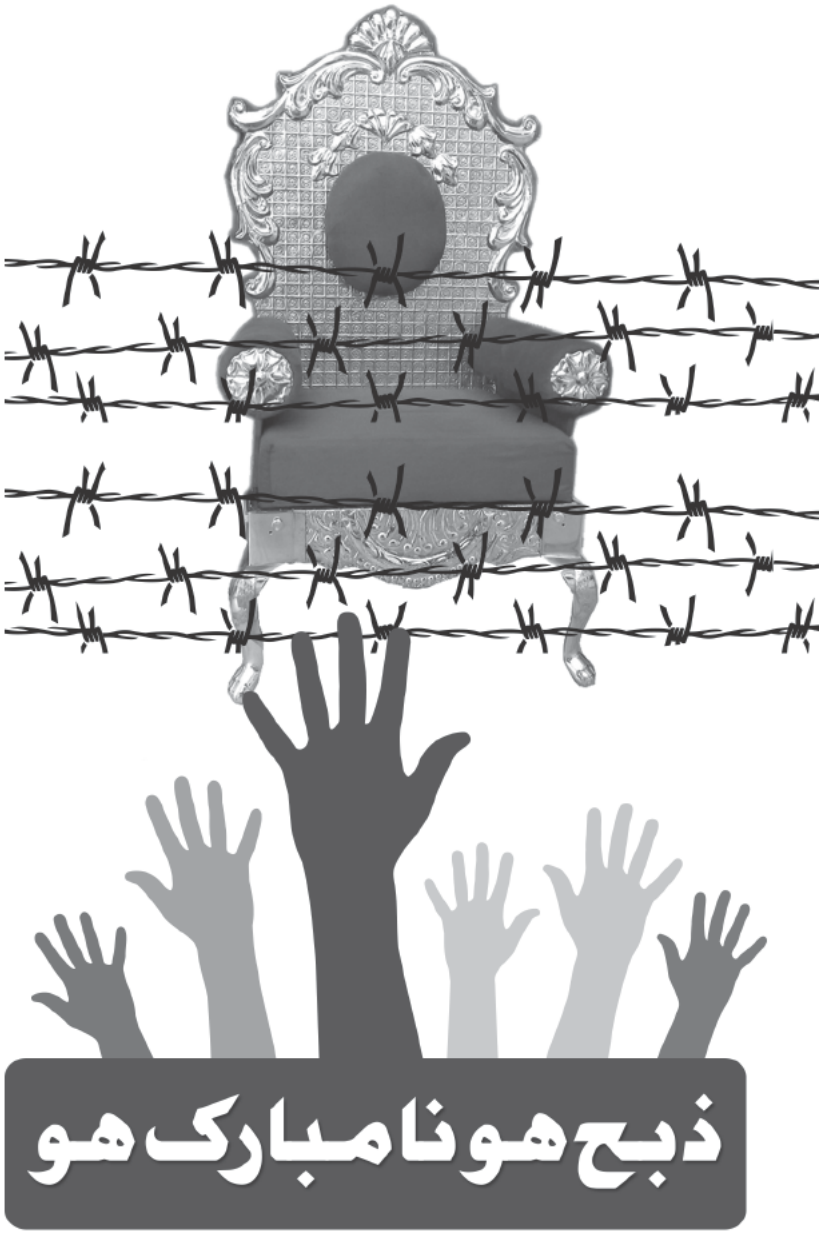
بقیہ: مشرق وسطیٰ میں نظریاتی ٹکراؤ

امریکی محکمہ دفاع پنٹاگون کے ترجمان ایڈمرل جان کربی نے میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ امریکی فوج نے داعش کا مقابلہ کرنے کے لیے شامی فوجیوں کی تربیت کے منصوبے پر کام شروع کردیا ہے۔ ایڈمرل نے اپنے بیان میں مزید کہا کہ شامی باغیوں کو تربیت داعش کے خلاف لڑنے کے لیے دی جارہی ہے اور اس کا مقصد صدر بشار الاسد کی حکومت گرانا نہیں ہے۔ (اس کا صاف مطلب ہے کہ بشار الاسد دو لاکھ سے زائد مسلمانوں کو شہید کرنے کے باوجود بھی داعش کے مقابلے میں نیک پاک ہے)۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ راقم نے داعش جیسے خونخوار گروپ کو کلین چٹ دی ہے۔ اس بیان سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ صلیبیوں کی نظر میں سفاک بشار کتنا اہم مہرہ ہے۔ یہاں سے آپ اسلام اور اس کے ماننے والوں کے خلاف صلیبیوں کی منافقانہ عملی پالیسیوں کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ یہ تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا حتمی فیصلہ ہے کہ ''یہ کفار تمھارے دوست ہو ہی نہیں سکتے، یہ تو تمھیں تکلیف میں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔''

ایرانی سیاسی، عسکری اور مذہبی قیادت کو یہ اچھی طرح ادراک کر لینا چاہیے کہ کہیں وہ مذہبی جنونیت کی رو میں بہہ کر ایسی فاش غلطی نہ کر بیٹھیں کہ ان کو اپنا وجود بھی برقرار رکھنا مشکل ہو جائے کیونکہ وہ پہلے افغانستان اور عراق میں امریکہ کی خدمت کرنے کے بعد اب شام میں اس کے لیے قربانی کا بکرا بنے ہوئے ہیں۔

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں

خالد سیال



ذبح ہونا مبارک ہو

مجھے سمجھائی نہیں دے رہا کہ چھری سے ذبح کیے جانے والے خواتین وحضرات سے اظہار ہمدردی کروں یا ان کو مبارکباد دوں۔کوئی بھی باشعور انسان جان بوجھ کر اور بہوش وحواس لوہے کی خاردار تاروں پر چھلانگ نہیں لگاتا، کوئی بھی شوق سے آگ کو دیکھتے ہوئے تنور میں بے خطر نہیں کودتا مگر اس کا کیا کیا جائے کہ یہاں آگ میں کودنے کے لیے باقاعدہ مہم چلائی جاتی ہے..... عام لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے کہ ہمیں ہار پہنا کر کانٹے دار تاروں پر لٹکا دو.....اگر کسی کے ہاتھ پاؤں باندھ کر، جکڑ کر اور زبردستی آگ کے کنویں میں پھینک دیا جائے تو اس کی کامیابی اور نصرت کے لیے تو دعا کی جاسکتی ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل بھی ہوتی ہے مگر جو کوئی چھری سے ذبح ہونے کا خود ہی اہتمام کرتا ہے تو اس کے لیے دعا ہی کی جاسکتی ہے۔جنھیں جماعتی یا حکومتی عہدے دیے گئے ان کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ اسے گویا چھری سے ذبح کردیا گیا.....رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کے پیشِ نظر ہی اکثر دینی ومذہبی جماعتوں کے دساتیر کے اندر یہ شق رکھی گئی ہے کہ کوئی رکن جماعت کے کسی عہدے کے لیے خود سے اُمیدوار نہیں بن سکتا کیونکہ جو خود ایسا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت اس کے ساتھ نہیں رہتی۔

اب تو معلوم نہیں، ایک دور تھا جب جماعت اسلامی اور اسلامی جمعیت طلبہ کے ارکان عہدوں سے دور بھاگتے تھے، کوئی عہدہ قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوتا تھا، ارکان زبردستی جس کو اپنے میں سے بہتر تصور کرتے اس پر ذمہ داری ڈال دی جاتی۔کسی جماعت عہدے کا امیدوار بننے کا تصور تک نہ تھا بلکہ ایسا سوچنا بھی جرم سمجھا جاتا تھا.....

مجھے یاد ہے 70ء کے عشرے کے آخری سالوں میں لیاقت بلوچ کو اسلامی جمعیت طلبہ پاکستان کا ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ وہ منظر آج بھی میری نظروں کے سامنے ہے، مظفر آباد آزاد کشمیر میں دریائے نیلم کے کنارے اسلامی جمعیت طلبہ پاکستان کا اجتماعِ ارکان تھا۔ اجتماع کے آخری روز کی آخری نشست میں ناظم اعلیٰ کا انتخاب کیا گیا، ناظم انتخاب نے جب لیاقت بلوچ کے ناظم اعلیٰ منتخب ہونے کا اعلان کیا تو تقریباً آدھ پون گھنٹہ لیاقت بلوچ

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



کی ہچکی بندھی رہی، وہ مسلسل روئے جارہے تھے اور ناظم اعلیٰ کی ذمہ داری کا حلف اٹھانے پر آمادہ نہیں ہورہے تھے اور اس بارِعظیم کا بوجھ اٹھانے سے کانپ رہے تھے۔ اسلامی جمعیت طلبہ کے سینئر ارکان نے ان کو تسلی دی اور انھیں دونوں بازوؤں سے زبردستی اٹھاکر مائیک پر لے آئے۔ ان سے حلف لیا گیا۔ اس موقع پر لیاقت بلوچ صاحب نے جو خطاب کیا اس کے الفاظ تو مجھے یاد نہیں تاہم وہ خوبصورت منظر آج بھی میرے لاشعور میں سمایا ہوا ہے، ہر آنکھ اشک بار تھی اور الفاظ دلوں کے اندر اترتے چلے جارہے تھے.....

آج سیاسی جماعتوں کو تو چھوڑیے، دینی و مذہبی جماعتوں میں بھی جماعتی عہدوں کے حصول کے لیے شرمناک قسم کی جوڑ توڑ کی جاتی ہے، شاید یہی وجہ ہے کہ عشروں تک جماعتی عہدوں پر مسلط رہنے کے باوجود جماعتوں کی کارکردگی کمزور پڑتی چلی جاتی ہے۔ مقام حیرت ہے کہ بڑے بڑے صاحبانِ علم وتقویٰ بھی نبی اکرم ﷺ کے فرمان کو نظرانداز کرکے اپنے اور اپنے پینل کی کامیابی کے لیے باقاعدہ مہم چلاتے ہیں۔ آجکل اکثر سیاسی ودینی جماعتوں کے اندر اس طرح کا اہتمام کیا جاتا ہے کہ قائدین کرام کو متفقہ طور پر قبول کرلیا جائے، ایسے میں اول تو کوئی مدمقابل کھڑا ہونے کی جرأت ہی نہیں کرتا تاہم اگر کوئی ایسی حماقت کرلے تو قائدین کے ''بہی خواہ'' ان کا جینا حرام کردیتے ہیں اور انھیں نکو بنانے کی ایسی مہم چلائی جاتی ہے کہ آئندہ وہ اس راہ پر قدم رکھنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا..... سمجھ نہیں آتی کہ جن سیاسی ومذہبی جماعتوں نے اپنے دستور کے اندر انتخاب کی شق رکھی ہوئی ہے، وہ انتخاب کے عمل سے گریزاں کیوں ہوتی ہیں حالانکہ جماعتی کارکردگی اور قائدین کے حسنِ انتخاب کے لیے ضروری ہے کہ ہر ایک کو کھلے دل کے ساتھ اپنا اُمیدوار سامنے لانے کی آزادی ہو..... بلامقابلہ اور متفقہ انتخاب سے جماعتوں کے اندر جمود بھی طاری ہوتا ہے اور عام ارکان طرح طرح کی چہ مگوئیاں بھی کرنے لگتے ہیں جو کسی بھی طور نہ جماعتی نظم ونسق کے لیے سودمند ہوتی ہیں نہ ہی اس طرح جماعتیں پھلتی اور پھولتی ہیں۔ آج اکثر دینی و سیاسی جماعتوں کے اندر متبادل قیادتوں کا فقدان ہے اور اس کا سب سے بڑا سبب قائدین کا جماعتی عہدوں سے چمٹے رہنا ہے، الا ماشاء اللہ۔ اکثر جماعتوں میں تو متبادل قیادت پیدا ہی نہیں ہونے دی جاتی تاکہ برسرروزگار قیادت کو کوئی چیلنج درپیش ہی نہ ہو۔ بعض دوراندیش قائدین تو مرکز کے ساتھ ساتھ ضلعی اور شہری بلکہ اپنے محلے کے جماعتی عہدوں پر بھی کسی متبادل کو سامنے نہیں آنے دیتے۔

پاکستان میں حال ہی میں پارلیمنٹ کے ایوان بالا سینٹ سمیت بعض سیاسی ودینی جماعتوں کے انتخابات میں کئی خواتین وحضرات کو چھری سے ذبح کیا گیا ہے اور اس پر ستم یہ کہ ذبح کرنے والے ستم گر انھیں مبارکبادیں بھی دے رہے ہیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اکثر خواتین وحضرات خود ذبح ہونے کے لیے مذبح میں کود پڑے ہیں..... سو ان سب کو چھری سے ذبح ہونا مبارک ہو۔

بقیہ: ایمان باللہ

حالانکہ اللہ ہی اگلے پچھلے سب لوگوں کا رب واحد ہے۔ (الصّٰفّٰت 126:37) ہر تربیت کرنے والا 'رب' نہیں کہلاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے والدین کو 'رب' کا نام نہیں دیا، صرف ان کی تربیت کا ذکر کیا ہے۔ نیز رب ہمیشہ رحم ہی کرتا ہے۔ رب پر رحم نہیں کیا جاتا اور یہاں تو والدین کے لیے رحمت کی دعا کی جارہی ہے۔ لہٰذا محض پیدائش و پرورش کا ذریعہ ہونا رب ہونے کی بنیاد نہیں بن سکتا۔ اسی طرح دعا کا محض قبول ہوجانا ہی ولایت کا معیار نہیں ہے بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ وہ والدین مسلمان ہیں یا نہیں؟ کتاب وسنت سے ان کا کس قدر لگاؤ ہے۔ جس کسی کے والدین جس قدر کتاب وسنت پر عمل پیرا ہوں گے اسی قدر وہ اللہ کے ولی ہوں گے اور جس قدر وہ کتاب وسنت سے دور ہوں گے اسی قدر وہ اللہ کی دوستی سے دور ہوں گے۔

اگر کتاب وسنت سے تعلق کو درمیان سے نکال دیا جائے تو خالی پیدائش و پرورش اور قبولیتِ دعا کا سلسلہ تو دنیا کی ہر قوم میں عرصہ دراز سے جاری ساری ہے۔ ناجائز تعلق بھی بچے جنم دیتا ہے اور غیر مسلم کی دعا بھی اللہ سن لیتا ہے۔ (دیکھیے: صحيح البخاري: 6818,439، مسند أحمد 153/3) لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ کتاب وسنت میں جو مسئلہ یا فضیلت جن الفاظ میں بیان ہوئی ہے اسی پر اکتفا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے، آمین!

دارالسلام کے تمام شوروم پر 1000 روپے کی خریداری پر ماہنامہ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ مفت حاصل کریں



ماہنامہ ضیائے حدیث کے سالانہ خریدار بن کر روشنی کے دیپ جلایئے

سلف صالحین کے عقیدہ و منہج، پاکیزہ سیرت سازی کے آئینہ دار اور درخشاں اسلامی روایات و اقدار کے داعی ماہنامہ ''ضیائے حدیث'' سے اپنا رشتہ مضبوط بناتے ہوئے دعوتی فکر و نظر کے افکار و مضامین سے اپنے دامن کو بھریے۔ ایمان افروز تحاریر، آگہی بخش انٹرویوز اور معلومات افزا مضامین سے اپنی زندگی کو بامقصد بنایئے۔

فی شمارہ	سالانہ قیمت	عام ڈاک بغیر خرچ	رجسٹرڈ ڈاک خرچ
45	540	500	900

سالانہ خریداری فارم

نام:.....فون نمبر:.....

پتہ:.....

میں ماہ:.....20ء سے ماہنامہ ضیائے حدیث کا سالانہ خریدار بننا چاہتا ہوں۔ مجھے ضیائے حدیث ارسال کر دیجیے۔

①: بذریعہ وی پی میں سالانہ قیمت پوسٹ مین کو ادا کر دوں گا۔ یا

②: میں مطلوبہ رقم -/500 روپے کا منی آرڈر ارسال کر رہا ہوں۔

③: میں اپنا زرتعاون بذریعہ ایزی پیسہ اس شناختی کارڈ پر بھیج رہا ہوں:

1-38404-0967643، ایزی پیسہ اکاؤنٹ: 0345-4495886-0

برائے رابطہ: حافظ محمد حق نواز

سرکولیشن منیجر، ماہنامہ ضیائے حدیث 36 لوئر مال دارالسلام لاہور

فون نمبر: 0423-7232400,0300-8866057

دارُالسّلام

انعامی کوئز پروگرام

ابوعبداللہ
Sh.Siddiq7@Gmail.com

ماہِ مارچ کے درست جوابات

① وراثت کے مسائل سورۃ النسآء میں بیان کیے گئے ہیں۔
② سورۃ الاحزاب کی آیت:40 میں نبی ﷺ کی ختم نبوت کو بیان کیا گیا ہے۔
③ پاکستان کے شہر ''چنیوٹ'' سے سونے اور تانبے کے ذخائر ملے ہیں۔
④ مارچ 1940ء کو لاہور میں مسلم لیگ کے ستائیسویں اجلاس میں قرارداد پاکستان پیش کی گئی۔

بذریعہ قرعہ اندازی 6 ماہ تک فری رسالہ پانے والوں کے نام

طلحہ شان (اوکاڑہ) مہرین اسلم (جھنگ) شیراز رحمت، محمد عامر، محمد عرفان (فیصل آباد) امین خالد (گوجرانوالہ) میمونہ سعید، ابن ایوب محمدی (قصور) خلیل الرحمٰن بلوچ (لاہور) عبدالعظیم (ملتان)

عبارتیں ڈھونڈیں انعام پائیں

① مومنوں کے لیے جنت اور فاسقوں کے لیے جہنم ہے۔
② ''مکر و فریب اور دھوکا دہی جہنم میں لے جانے والے ہیں۔''
③ آپ نماز پڑھنے تو صرف جمعہ ہی کو جاتے ہیں۔
④ ان پر پانی کی بجائے آگ کے شعلوں کی بارش برسائی گئی۔

بچوں کے لیے انعامی کوئز

① سورۃ الحجرات کی آیت:12 میں کن گناہوں سے منع کیا گیا ہے؟
② سفر ہجرت میں نبی ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پیچھا کس آدمی نے کیا تھا؟
③ شعر مکمل کریں: یارب! دل مسلم کو وہ زندہ تمنا دے؟
④ ضیائے حدیث کا تازہ شمارہ آپ کتنے دنوں میں مکمل پڑھ لیتے ہیں؟